پر اُنا شربت

900-1000

# فکرِ سلطان

سیریز ہشتم: طنز و مزاح

ڈاکٹر سلطان محمود

# کتاب کا سٹیٹس

| نمبر شمار | عنوان | کمنٹس |
|---|---|---|
| 1 | کور پیجیز | شامل ہے |
| 2 | فہرست مضامین | شامل ہے |
| 3 | مضامین کی درجہ بندی | ابھی کرنی ہے |
| 4 | مواد کی درستگی | فائنل ریویو باقی ہے |
| 5 | گرامر اور زبان | غلطیاں ہائی لائٹ کی گئی ہیں |
| 6 | گمشدہ مواد | 70 فی صد تک مضامین گمشدہ ہیں |
| 7 | غلطیوں کی اصلاح | فائنل ریویو باقی ہے |
| 8 | سرخیاں (مستقل سطح اور ترتیب) | بہتر کی جا سکتی ہیں |
| 9 | خطوط (فونٹس - مستقل مزاجی اور درست استعمال) | تقریباً ٹھیک ہیں |
| 10 | حروف کا سائز (عنوانات، سرخیاں، متن) | بہتر کی جا سکتی ہیں |
| 15 | رنگ (متن اور ڈیزائن عناصر) | ضرورت نہیں |
| 16 | صفحہ نمبر نگ | شامل ہے |
| 17 | حاشیے (مستقل اور ترتیب کے مطابق) | ضرورت نہیں |
| 18 | سرخی اور پانوشت (ہیڈر اور فوٹر) | شامل ہیں |
| 19 | ساخت اور ترتیب | تقریباً ٹھیک ہے |
| 20 | حوالہ جات | فائنل ریویو کی ضرورت ہے |

سیریز ہشتم: طنز و مزاح

# کالمز 901 تا 1000

(مصنف: ڈاکٹر سلطان محمود)

# COLUMNS 901-1000

## BY: DR. SULTAN MAHMOOD

ڈاکٹر سلطان محمود، مینیجنگ ڈائریکٹر
ایکوکیئر کنسلٹنسی سروسز (ای سی سی ایس) پرائیویٹ لمیٹیڈ

Managing Director
**ECOCARE CONSULTANCY SERVICES (ECCS) PVT. LTD.**
www.ecocare.pk

# فکرِ سلطان

(مصنف: ڈاکٹر سلطان محمود)

# FIKAR-E-SULTAN

## BY: DR. SULTAN MAHMOOD

ڈاکٹر سلطان محمود، مینیجنگ ڈائریکٹر
ایکوکیئر کنسلٹنسی سروسز (ای سی سی ایس) پرائیویٹ لمیٹیڈ

Managing Director
ECOCARE CONSULTANCY SERVICES (ECCS) PVT. LTD.
www.ecocare.pk

سیریز ہشتم: طنز و مزاح

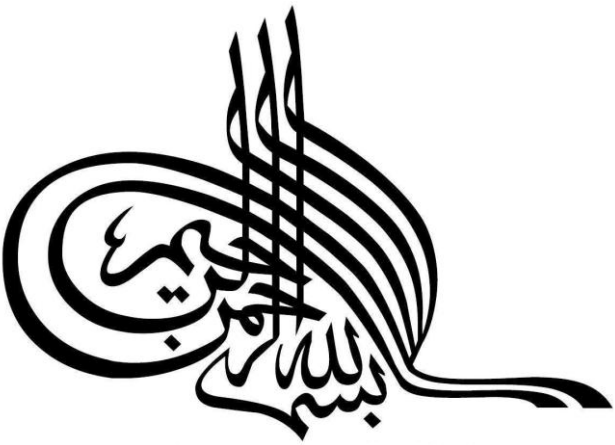

*In the name of Allah,*
*the Most Beneficent,*
*the Most Merciful*

# انتساب

Dedicated to the one I love in the Quest of truth.

میری فکر اس کے نام جس سے میں سچ کی تلاش میں آج بھی پیار کرتا ہوں۔

# فکرِ سلطان: جملہ حقوق

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں


| | |
|---|---|
| سیریز | فکرِ سلطان (10 سیریز) |
| مصنف | ڈاکٹر سلطان محمود |
| ناشر | ایکوکیئر کنسلٹنسی سروسز (ای سی سی ایس) پرائیویٹ لمیٹیڈ |
| پبلیشر | ماروِل سسٹم |
| نظرِ ثانی | انعم عروج |
| اشاعت | 2024 |

# فکرِ سلطان : فہرست سیریز

| نمبر شمار | عنوان | کل کُتب |
|---|---|---|
| 1 | سیریز اول: ہڈ بیتی | 12 |
| 2 | سیریز دوم: غذا اور صحت | 30 |
| 3 | سیریز سوم: حیوانات برائے انسانی غذا | 13 |
| 4 | سیریز چہارم: ماحول و موسمی تبدیلی | 31 |
| 5 | سیریز پنجم: غذائی تحفظ | 06 |
| 6 | سیریز ششم: دیہی ترقی | 01 |
| 7 | سیریز ہفتم: سماجی رویئے | 04 |
| 8 | سیریز ہشتم: طنز و مزاح | 10 |
| 9 | سیریز نہم: شعر و شاعری | 02 |
| 10 | سیریز دہم: تصویری مسافت | 01 |
| -- | کل کُتب | 110 |

# تعارف: فکرِ سلطان سیریز

ڈاکٹر سلطان محمود نے اپنی نصف صدی کی کاوش کو سائنسی انداز میں تحریکی کارکن بن کر چلایا نیز غذائی تحفظ ایک کی عالمی خود مختار تحریک کو مقامی رہنما کے طور پر پاکستان میں ایک غیر معمولی موڑ دیا ہے جس کے نتیجے میں ان کے افکار اور عملی جدوجہد نے 'فکر سلطان' جیسی ایک طاقتور دستاویزی سیریز جنم دی ہے۔ اس میں وہ اپنی آدھی صدی کی شبانہ روز کی ہمہ جہت کوشش کو شاندار کہانی کے طور پر بیان کرتے ہوئے اہم معلومات سے بھری وہ تاریخ بھی بیان کر رہے ہیں جو ملک عزیز کے غیر مستحکم حالات کے باوجود مقامی اور نچلی سطح کے مسائل کو قومی اور عالمی سطح پر کچھ اس انداز سے اٹھالے جاتے ہیں کہ جہاں وہ حیاتیاتی تنوع یا بائیوڈائیورسٹی کی ہئیت تبدیل کئے بغیر کارپوریٹ تسلط کے ساتھ جنگ کرتے نظر آتے ہیں۔ یہاں یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ڈویلپمنٹ مافیا کے خلاف کس طرح نچلی سطح کی لڑائی کو اٹھا کر قومی اور عالمی سطح پر لے جایا جاتا ہے۔ ان کی یہ سوچ بھی قابل داد ہے کہ دنیا بھر میں مقامی سطح کی کمیونٹی ہمیشہ مقدس اور خود مختار ہونی چاہئے تا کہ وہ اپنے علم اور حقوق کو حاصل کر کے مستقبل کی دنیا کی حقیقی کہانی کا نقشہ ترتیب دے سکے۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ سفر مندرجہ ذیل دس سیریز پر مشتمل ہے۔

# سیریز اول: ہڈ بیتی

ایک شاندار اور سمجھدار دماغ، شفاف کردار، شاعرانہ روح اور نچلی سطح کی تنظیموں میں مہارت حاصل کرنے کی صلاحیت رکھنے والے ڈاکٹر سلطان محمود نے ملکی ترقی کے مسائل اور تحریکوں کے سب سے زیادہ موثر اور محبوب لیڈروں کے جھرمٹ میں اپنا مقام حاصل کیا ہے۔ ان کو ملے غیر معمولی قدرتی تحائف میں ایشیا، یورپ، امریکہ، تین براعظموں کی سات جامعات سے حاصل شدہ اعلیٰ ترین تعلیم و تربیت کی بنیاد پر انسان کی غذائی ضروریات اور قدرتی ماحول کے درمیان گہرے تعلق کا ادراک ہے۔ غذائے انسانی میں استعمال ہونے مویشیوں، ماحولیات اور انسانی صحت کے بارے میں وہ آزادانہ گہری تفہیم بھی شامل ہے جو ملکی رویوں کی زبوں حالی کے باعث ہمیشہ زوال پذیر رہی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ مطلق العنان سیاسی اور پدرسری نظام سے کس طرح کی حکمت سے جنگ لڑ کر جیتی جاتی ہے اور کیسے انسانیت اور تخلیق دونوں کو یکجا کیا جا سکتا ہے۔ نیز اپنے مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے ایک عام سے متوسط گھرانے سے اُٹھ کر 17 سے زائید ممالک میں اپنی صلاحیتوں کا کیسے لوہا منوایا۔ یہ قاری کو ان کی زندگی کے سفر کو پڑھ کر ہی اندازہ ہو گا کہ محدود مالی وسائل سے کوئی بھی لمحہ فروغ گذاشت نہ کرتے ہوئے کیسے، "تبدیلی کا ڈھانچہ بنایا جا سکتا ہے"۔

## سیریز دوم: غذا اور صحت

غذائی علاج جیسی اپنی پچھلی مشہور کتابوں کی طرح، مصنف ماحولیاتی حکمت، پر جوش سرگرمی اور بے عیب پیشہ ورانہ سوچ کے ساتھ پھر سے چمک رہا ہے۔ اس سیریز میں مصنف کی نگارشات اس بات کا ثبوت دیتے دکھائی دیتی ہیں جو انسانی خوراک و غذا پر موسمیاتی تبدیلی کے برے اثرات کو کم کرنے کے لیے مقامی اور بین الاقوامی کارپوریٹ سطح کی کوششوں کے لیے کیے جانے ضروری ہیں۔ یہ اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ مصنف نے کس طرح حیاتیاتی تنوع کے تحفظ اور کسان برادریوں کے حقوق کے لیے اپنی کوششوں کو حوصلے کے ساتھ جاری رکھا۔ مصنف نے 1997 میں غذا و صحت کے میدان میں چھلانگ لگائی اور پھر اسے اس وقت تک اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا جب تک کہ ورلڈ بنک کے راشد القیوم مرحوم کے مشورے کے پیش نظر ڈاکٹریٹ کے بارہ برس بعد پنجاب یونیورسٹی سے ماحولیات کی ڈگری نہیں لے لی۔ اور پھر انسانی غذا کی پیداوار پر ماحول کے اثرات کا تفصیل سے جائزہ لینا نہیں شروع کر دیا۔

## سیریز سوم: حیوانات برائے انسانی غذا

غذائی تحفظ کی تخفیفی سائنس تقاضہ کرتی ہے کہ پیچیدہ سائنسی و معاشی معاملات کو ان کی سادہ ترین اشکال میں ڈھال کر انسانی مسائل کو آسان تر بنایا جاسکے۔ تخفیفی سائنس کے تنقیدی اظہاریے جیسا شدید پس منظر رکھنے والا ڈاکٹر سلطان محمود نچلی سطح کی متعدد انجمنوں اور تحریکوں کا ایک سنسنی خیز

موجد، شریک موجد اور کٹڑ حمایتی بھی رہا ہے۔ نیز افزائشِ حیوانات، جنگلات، پانی اور کسان تنظیموں کے تحفظ کی ان تمام ضروری تحریکوں کا روحِ رواں بھی ہے جو زندہ زرعی معاشرے کا تانا بانا ہیں۔ اور یقین رکھتا ہے کہ اس تانے بانے سے انسانی دنیا کا اہم ترین مسئلہ یعنی بھوک سے نجات والا کپڑا بنا جا سکتا ہے۔ اس مقصد کو حصول میں اس کی جس مضمون نے سب سے زیادہ رہنمائی کی وہ ان کے گریجوایشن کے مضامین تھے۔ جنہوں نے انسانی غذا میں شامل چالیس فی صد جزو جو حیوانات سے حاصل ہوتا ہے، اس کا ادراک گہرا کیا۔ گوشت، دودھ اور انڈے کی پیداوار اور پھر متناسب پیداوار انسان کو بھوک کے المیے سے دوچار نہیں ہونے دیتی۔

## سیریز چہارم: ماحول و موسمی تبدیلی

ڈاکٹر سلطان محمود کی زندگی کی کہانی ماحولیات، سماجی سیٹ اپ اور گورننگ سنٹی کو بچانے کی جدوجہد کی وہ زندہ مثال ہے جس میں نصابی اور زمینی حقائق دونوں کام آئے۔ وہ اپنے سیارے کے ماحولیاتی نظام کے کام اور ضرر رساں کارٹیل اور اس کے حامیوں کے تباہ کن اثرات کو گہرائی سے سمجھتا ہے۔ اس کتاب کو پڑھنا ان گہرے مسائل کے اسباب کے بارے میں قاری کے ذہن کو کھولے گا جس میں چند لوگ اپنے برے اعمال کی وجہ سے اکثریت کو دھکیل رہے ہیں نیز اس کے مطالعے سے قاری کو حکومت کے طاقتور تکبر سے نکل کر کسان کی طرف پلٹنے کی امید اور حوصلہ ملے گا۔ یہ خوبصورتی سے لکھی گئی یادداشت ایک زبردست داستان ہے جو زمین، زندگی اور ہمارے قیمتی سیارے کی سالمیت کی خواہش رکھنے والے ہر فرد کو پتا ہونی چاہیے۔ مغربی کارپوریٹ سیکٹر کے ESG کی جانب کاروباری جھکاؤ سے مصنف نے جو کچھ امریکہ، یورپ اور خلیجی ممالک سے سمجھا، وہ

اس نے اپنے ایکو کیئر بزنس اور سوشل میڈیا آگاہی والے گروپس اور چینل کے ذریعے آنے والی نسل کو پوری طرح سے آگاہ کر دیا ہے۔ اس سیریز کا 30 کُتب کی شکل میں مخطوطہ بڑی تفصیل سے واضع کرتا ہے کہ جونہی ملک کو کارپوریٹ کلچر کے ذریعے ترقی کی جانب غیر متوازن انداز میں دھکیلا جاتا ہے تو وہ کس طرح ہمارے مجموعی سماجی ڈھانچے کو متاثر کرتا ہے۔ اس سے ملک میں ایک غیر متوازن ماحولیات اور سماجی جنگ چھڑ جاتی ہے۔ جو بالآخر وسائل کی نامنصفانہ تقسیم پر منتج ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے تئیں تمام ماحولیاتی پراجیکٹس میں قابل کاشت زمین، انسانی روزگار اور گرم ہوتے ہوئے کرہءزمین کے باعث گلیشیر پگھل کر طوفانی انداز اختیار کرنے جیسے مضامین کو کافی گہرائی سے دیکھا ہے۔ نیز اس سیکٹر میں پورا جذب ہونے کے لیے اپنی سرکاری نوکری سے قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے کر نیسپاک جیسی قومی و عالمی ایجنسیوں کے ماحولیاتی پروگرام کا جارحانہ حصہ بن کر انسانی غذا کی تخفیفی سائنس سے بھرپور کام لیا ہے اور چار سو سے زائید ماحولیات پراجیکٹس کو کامیابی سے ہمکنار کر کے ملک کے عوام اور حکومت کے کام کو نہائیت آسان بنا دیا ہے۔

## سیریز پنجم: غذائی تحفظ

ڈاکٹر سلطان محمود کی ذاتی کاوشوں کا سارا نچوڑ صرف "غذائی تحفظ" کے ارد گرد ہی گھومتا ہے۔ جسے اصولی طور پر اولین سیریز میں جگہ ملنی چاہیے تھی، لیکن تخفیفی سائنس کا خوگر ہونے کے باعث انہوں نے مناسب جانا کہ پہلے ان اوامر کا ذکر کیا جائے جو غذائی تحفظ یا عدم تحفظ کا باعث بنتے ہیں۔ تبھی انہیں نے اپنے فکری سفر کا آغاز اپنے پسندیدہ مضمون (سیریز دوم غذا و صحت) سے شروع کرنا

مناسب جانا اور انسانی صحت پر غذا کی ضروریات اور اثرات کا شروع میں جائزہ پیش کر دیا۔ یعنی باالفاظ دیگر اپنی فکر کی بنیاد انسانی جِبلّت بھوک پر رکھی۔ پھر مناسب انسانی صحت بر قرار رکھنے کے لیے مناسب غذا کی پیداوار، سپلائی چین، قوتِ خرید اور جسمانی ضروریات پر رکھی۔ دھیرے دھیرے اس تخیل کو راسخ کر لینے کے بعد وہ اپنے بنیادی مضمون یعنی ان حیوانات کی جانب پلٹے جو انسانی خوراک میں دودھ، گوشت اور انڈے کی شکل میں روزانہ کی ضرورت کا چالیس فی صد پر مشتمل ہے۔ اس منطقی تعلق سے ان کی فکری گہرائی کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں کہ اگر بہترین اور مناسب ماحولیاتی انتظامات کر کے پانی کے ذرائع پر بحث مکمل کر لی جائے تو یہ غذائی تحفظ کی ایک ایسی گارنٹی ہے جو افزائشِ حیوانات کے ذریعے انسانی صحت کی ضامن ہے۔ یہاں یہ بھی واضع ہو جاتا ہے کہ شدید سیلاب ہر سال جو حیوانات کی تباہی لاتے ہیں ان پر موثر قابو پا کر انسان کم سے کم چالیس فی صد غذائی ضروریات کو تو یقینی بنایا جا سکتا ہے۔ ان کی یہ منطقی سوچ یورپ اور امریکن جامعات کی فلاحی سائنسیز پر کام کر کے پیدا ہوئی۔ گو کہ ڈاکٹر سلطان محمود کے تیکنیکی کام میں سب سے کم کتب اسی غذائی تحفظ سیریز کا حصہ بنیں لیکن حقیقت بھی یہی ہے کہ عظیم تحقیقات اور کاوشوں کا خلاصہ ہمیشہ مختصر ہوتا ہے۔

## سیریز ششم: دیہی ترقی

ویسے تو حیوانات کی افزائش ایک دیہی موضوع ہے جہاں ہمارا 70 فی صد کسان اپنا خون جلا کر صبح شام انسانی غذائیں پیدا کرتا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں کے غیر متوازن دیہی ترقی کے میدان کی بجائے ہمیشہ شہری ترقی و سہولیات کو اولیت حاصل رہتی ہے۔ جس نے ایک جانب اگر غذائی عدم تحفظ کا

خطرہ مول لے لیا ہے تو دوسری جانب شہر کی طرف نقل مقانی کی عفریت کو بھی جنم دیا ہے۔ ایسے غیر دانشمندانہ حکومتی اقدامات کا نتیجہ ایک ایسی بے ہنگم معاشرتی زندگی کی شکل میں رونما ہوا ہے کہ جس میں حکومت گاؤں چھوڑ کر شہر میں بسنے والوں کے مسائل کو شہری ترقی کی ناکامی کی شکل میں سہہ رہی ہے اور نہ وہ ان کو خدا ہی مل پا رہا ہے اور نہ وصالِ صنم ہو رہا ہے۔ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کو تو خیر چھوڑیں اگر کل کے غریب چین اور بھارت ہی کی مثال لے لیں تو ان کے ہاں غذائی تحفظ شہر و دیہاتی زندگی میں توازن لانے سے ممکن ہوا ہے۔ اور محض بیس برس میں ان دو ممالک کے دو ارب لوگ دن میں ایک کھانے سے دو کھانوں کے قابل ہو گئے ہیں۔ ان دونوں ممالک نے اپنے آبی ذخائر پر ہزاروں ڈیم بنا دیئے ہیں جن سے وہ نہ صرف غذائی تحفظ یقنی بنا رہے ہیں بلکہ اپنی توانائی کی ضروریات بھی پوری کر رہے ہیں۔ حالانکہ عالمی موسمی تبدیلیاں ان پر بھی ویسے ہی اثر انداز ہو رہی ہیں جیسے باقی کرہء ارض پر رونما ہوتی ہیں۔

## سیریز ہفتم: سماجی رویئے

ڈاکٹر سلطان محمود اپنے عالمی ایکسپوژر کے باعث خلیجی ممالک میں رواج پا جانے والے حالیہ شعبہ جات میں ماحولیات سے متصلہ کارپوریٹ سیکٹر کی نئی جہت ای ایس جی سے کافی متاثر ہوئے لہذا انہوں نے ملک عزیز کی اس شعبہ میں لاعلمی کو نشانہ بنانے کا فیصلہ کرتے ہوئے اپنی کل نگارشات میں سے سوشل اور گورننس کے شعبہ جات کو ماحولیات کی کتب کے علاوہ خود مختار کتابی درجہ دے دیا اور اس کے لئے انہوں نے سیاست، مذہب، تعلیم، آبادی، تکنیکی تربیت، شہری و دیہی ترقی وغیرہ جیسے اہم موضوعات پر جو کچھ تجربات حاصل کئے تھے اسے اکٹھا کر کے اس سیریز کا حصہ بنا

دیا ہے۔ سابقہ اعتبار سے وہ اپنی نگارشات کو حاصل مطالعہ بھی کہتے ہیں، اس مطالعے کا حاصل جو انہوں نے مغرب سے حاصل کیا اور سنجیدہ عملی و علمی سفر کو اپنے وطن میں بھی لاگو کر سکتے ہیں۔ گو کہ وہ اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ "کامن سینس" اتنی بھی کامن نہیں ہوتی "لیکن امیدؔ واثق رکھنے ہیں کہ جونہی عوام خصوصاً کسان میں تعلمی کمی دور ہو گی، سماج میں لازمی بہتری آئے گی۔

## سیریز ہشتم: طنز و مزاح

اس جہت پر ڈاکٹر صاحب ایک اتھارٹی ہیں اور خود اپنے اوپر تنقید کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں کہ میں نے اگر طنز و مزاح کے گڑھ لائلپور یا فیصل آباد میں چوتھائی صدی نہ گزاری ہوتی تو میرے اندر کا اصلاحی جذبہ طنز اور شگفتگی کی شکل میں باہر نہ آتا۔ اس لحاظ سے دیکھیں تو اس سیریز میں نہ صرف سب سے زیادہ کتب ہیں جو ایک منفرد انداز میں مقامی و عالمی سیاست، مذاہب، نیز دیگر سماجی موضوعات پر طنزیہ و فکاہیہ انداز میں تخلیق شدہ تاریخ کا شاندار اور متاثر کن عالمی منظر نامہ پیش کرتی ہیں جسے ڈاکٹر صاحب نے اپنی طنزیہ و فکاہیہ ندرت اظہار کے باعث اسے میٹھا سچ سیریز کا نام دے دیا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ مصنف مقامی طور پر قلیل مدتی طاقتوں کی سماجی خرابیوں کے ساتھ ساتھ عالمی سیاست کی خود غرضی کا بھی سامنا کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے۔ یہ سیریز ایک شان اور روشنی کے ساتھ بیشمار سیاسی، سماجی اور منطقی حل بھی فکاہیہ انداز ہی میں پیش کرتی ہے۔ مصنف نے ملک کے نمایاں مزاح نگار کرنل محمد خان اور ظفر اقبال کی طرز سے متاثر ہو کر مزاح لکھنے کا آغاز گو کہ کالج لائف سے شروع کر دیا تھا مگر اس انداز کو مہمیز تب ملی

جب وہ نیویارک میں ممتاز صحافی محسن ظہیر کی ادارت میں شائع ہونے والے ہفت روزہ "صدائے پاکستان" سے بحیثیت سب ایڈیٹر منسلک ہوئے۔ نیز انہوں نے لاہور کے چند اخبارات میں اپنے فکاہیہ کالم میٹھا سچ کے نام سے ہی لکھنے شروع کر دیے۔ بقول ڈاکٹر صاحب جگت بازی اور فکاہیہ اندازِ بیان میراثی کو حکومت سے جدا کرتا ہے۔ اور طنزیہ ادب کو سنجیدہ کرتا ہے۔

## سیریز نہم: شعر و شاعری

ڈاکٹر سلطان محمود کا بچپن ہی سے شاعرانہ مزاج ہے جسے اظہار کا موقعہ کالج لائف میں کسی ناکام محبت کے جھٹکے سے ملا۔ وہ اپنی جبلت کی افتادِ طبع سے خود ہی نالاں بھی تھے جس کی ایک وجہ یہ تھی کہ انہوں نے نہ صرف کبھی کل وقتی شاعر بننا گوارا نہیں کیا بلکہ شاعر کہلوانے سے بھی صاف انکار کرتے ہوئے یہ دلیل اختیار کی کہ میں نے کاغذی شیر بننا کبھی بھی پسند نہیں کیا اور دوسری رکاوٹ ان کی سائنس میں اعلیٰ تعلیم بن گئی جو پاکستان کے علاوہ یورپ اور امریکہ سے حاصل شدہ تھی جہاں شاعروں کو کارآمد اور قابل استعمال وقت کا دشمن سمجھ کر تنقیدی چھلنیوں سے گزارا جاتا تھا۔ اس کے باوجود تین چار برس میں عروض سمجھے بغیر سینکڑوں غزلیات کہہ دینا شاید ساحر لدھیانوی کی کتاب "تلخیاں" بنی جو عین ناکام عشق کے دوران ان کے ہاتھ لگ گئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب چونکہ اپنی ہر نگارش کو بچوں کا سا پیار دیتے ہیں اس لئے انہیں بعض دوستوں نے کلام شائع کرنے پر قائل کر لیا جن میں عروض کی استاد محترمہ کنیز بتول کھوکھر کا بڑا ہاتھ ہے جنہوں نے ڈاکٹر صاحب کی لگ بھگ ایک کتاب کے مواد کو عروض پر بھی ڈھال دیا اور جہلم کے ایک استاد شاعر کاشف بٹ نے

بھی ناقابل تردید مدد کی۔ ڈاکٹر سلطان محمود جب اپنی فکر کو تحریری شکل دینے لگے تو انہیں معاصرین نے بے حد مشکل سے راضی کیا کہ وہ اپنے چالیس برس پرانے کلام کو بھی اپنی تحریر میں شامل کریں۔ یہ شاید ڈاکٹر صاحب کی غلطی یا صرف نظر ہی سمجھا جائے گا کہ وہ بہترین کلام غیر ممالک میں تو اردو کمیونیٹی کو توسناتے رہے لیکن ملک عزیز کے اندرونی حلقوں میں قدم تک نہ رکھا۔ البتہ وہ ہمیشہ اپنے برادر بزرگ ڈاکٹر حسن اختر مرحوم، استاد پروفیسر عظمت اللہ خان مرحوم اور دیگر ادبی مقربین کا ذکر بہت شوق اور محبت سے کرتے ہیں۔

## سیریز دہم: تصویری مسافت

بھلا ہو ورلڈ بنک کا جس نے ڈاکٹر سلطان محمود کو تصویری بنک بنانے کی عادت ڈال دی۔ حالانکہ انہوں نے محض دس برس کی عمر میں جیب خرچ بچا کر کوڈک کا دس روپے کا کیمرہ 1967 میں ہی خرید لیا تھا اور اپنے بھائی ہمایوں شوکت کے واحد جس تحفے کی وہ قدر کرتے تھے وہ اس کا امریکہ سے لایا ہوا کیمرہ یاشیکا 124 تھا۔ ایسے ہی ان کے استعمال میں وارسا پولینڈ میں روسی کیمرے "زینتھ"، جرمن "بیٹنس" اور جاپانی "نیکن" کیمرے بھی رہے لیکن پھر ڈیجٹل کیمروں اور موبائل کیمروں نے تو انہیں نہال ہی کر دیا۔ ان کے پاس بزرگوں کے علاوہ مشاہیر زمانہ کی بیشمار تصاویر بھی موجود ہیں جو ہر وقت ان کے لیپ ٹاپ اور سیل فونز کی سپیس کھاتی نظر آتی ہیں۔ اس مشکل کے ہاتھوں انہوں نے مجبور ہو کر اور میاں وقار الاسلام کی صلاح لے کر فیصلہ کیا ہے کہ اپنی زندگی کی کہانی کی تصویری دسویں سیریز کیس شکل میں بنائیں گے۔

| سیریل | عنوان | کیٹاگری | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|
| 901 | ناکام تعلقات عامہ | not written | |
| 902 | چابی والا کھلونا | | |
| 903 | ڈینی | | |
| 904 | کون جھگڑالو؟ | not written | |
| 905 | کیسی کیسی عورتیں | | |
| 906 | مسلمان کاہل ہے یا جاہل | | |
| 907 | جلدی میں بلدی | | |
| 908 | ڈولفن سے زنا | | |
| 909 | بیروزگاری | | |
| 910 | خیلو بھائی | | |
| 911 | میں نے تو یہ کیا | | |
| 912 | غذائی ملاوٹیں | | |
| 913 | مصنوعی عورت | | |
| 914 | کبھی یورپ بھی تو احمق تھا | | |
| 915 | ہم اپنے ہی مجرم ہیں | اس کی جگہ نیا کالم آئیگا | ریپیٹ |
| 916 | اندر کی آگ | | |
| 917 | میری شاعری | | |
| 918 | کچی آبادی | | |
| 919 | زمین کے لالچی | | |
| 920 | مفت کے دیندار | | |
| 921 | تبصرے بینا کے بیان پر | | |
| 922 | کتاب بینی | | |

| | | | |
|---|---|---|---|
| 923 | بچپن کی تصویریں | | |
| 924 | جماعت اسلامی سے سوال | | |
| 925 | عمران اور آئی پی پیز | | |
| 926 | اٹھو کہ حشر سر پہ کھڑا ہے | | |
| 927 | ڈاکٹر یونس سے ایک ملاقات | | |
| 928 | بھلا ڈاکٹر یونس کیوں بنگلہ دیش کے وزیرِ اعظم بنے؟ | | |
| 929 | ایک ادیب کا عنفوان شباب | | |
| 930 | سونے سے پہلے کیا کھائیں؟ | | |
| | مگس، بھینس اور پاکستانی | not written | |
| | 000."نصابی کتب میں دروغ گوئی" | not written | |
| | 000۔"دبئی میں اٹھائیسویں ماحولیاتی کانفرنس"، | not written | |
| | لاہور، 16 ,"کاپ28 میں شرکت 1" .000 | not written | |
| | "کاپ28 میں شرکت 2" .000 | not written | |
| | "کاپ28 میں شرکت 3" .000 | not written | |
| | لاہور، 16 جنوری ,"کاپ28 میں شرکت 4" .0 | not written | |
| | لاہور، 16 جنوری ,"کاپ28 میں شرکت 5"۔0 | not written | |
| | لاہور، 16 جنوری ,"کاپ28 میں شرکت 6" .0 | not written | |
| | | | |

عنوانات

1۔901۔"ناکام تعلقات عامہ"،لاہور،4جولائی
2۔902۔"چابی والا کھلونا"،لاہور،12جولائی
3۔903۔"ڈینی"،لاہور،14جولائی
4۔904۔"کون جھگڑالو؟"،لاہور،18جولائی
5۔905۔"کیسی کیسی عورتیں"،لاہور،30جولائی
6۔906۔"مسلمان کاہل ہے یا جاہل"۔لاہور،31جولائی
7۔907۔"جلدی میں بلدی"۔لاہور،31جولائی
8۔908۔"ڈولفن سے زنا"،لاہور،یکم اگست
9۔909۔"بیروزگاری"۔لاہور،دواگست
10۔910۔"خیلو بھائی"۔لاہور،دواگست

---

---

"901ناکام تعلقات عامہ"

---

---

چابی والا کھلونا
کالم میٹھا سچ 902 از ڈاکٹر سلطان محمود
لاہور، 12 جولائی 2024ء

نیم خوابیدہ حالت میں میری ناراض بیوی مجھ سے تکرار کر رہی تھی کہ آپ کے اندر جو "میں "ہے نا بس یہی سب سے بڑی برائی ہے آپ میں اور یہ آپکی ہر اچھائی پہ پانی پھیر دیتی ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ سامنے والا چابی والے کھلونے کیطرح آپکے ساتھ چلے۔ میں پہلے بھی واضح کر چکی ہوں کہ بس آپ کسی کے لئے نہ سہی اپنے لئے ہی اپنی چند عادتیں درست کر لیں۔ آپ دوسروں کو سبق سکھانے پر اتر آتے ہیں اور اپنے آپ کو بدل بھی لیتے ہیں پہلے آپ بہن بھائیوں کی وجہ سے بدل گئے تھے اور اب مجھ سے بدلے بدلے ہوئے ہیں ورنہ شاید آپ ایسے نہیں ہیں، یعنی اس وقت بھی آپ کسی اور کے لیے بدلے ہوئے ہیں۔
میں خواب میں بھی تکرار پر اترا ہوا ہوں اور اسے دکھ سے بتا رہا ہوں کہ ڈئیر حالات نے ہمیں بدل کر کچھ ایسا کر دیا ہے کہ ہم ندی کے دو کناروں جیسے سے ہو گئے ہیں، قریب قریب مگر تنہا تنہا۔

اپنے دفاع میں بتا رہا ہوں کہ مجھ میں بھی اور ہر کسی میں بھی کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے اور میں تمہیں چھوڑ کر کسی نئی مصیبت میں گرفتار نہیں ہونا چاہتا۔ اس لئے صبر کئے بیٹھا ہوں۔ میں خود اپنے نقائص گنواتے ہوئے کہہ رہا ہوں کہ مجھ میں یہ نقص ہے کہ میری زندگی میں آنے والی عورت تم جیسی چست و چالاک نہیں ہے جو امید کے مطابق پورا خیال نہ رکھ پائی ہو اور کسی نفسیاتی

خوف وغیرہ کا شکار بھی نکل آئی ہو تو اس سے بیزاری ہو جائے اور وہ بھی بڑھاپے میں جا کر تو پھر تم پہلے دن سے جانتی ہو گی کہ میری بیزاری بھی میری محبت جتنی ہی تیز اور گہری ہے۔

میں عمر کے اس حصے میں سیکس کی شدید طلب سے باہر آ چکا ہوں اس لئے اب سیکس میری ترجیح ہی نہیں۔ ورنہ کیا بچوں کے شادی شدہ ہونے کے بعد میں تمہیں اتنی آسانی سے چھوڑ دیتا؟ یہ سب تمہاری بہن اور بھابی کی میرے خلاف ترغیبات کا کیا دھرا ہے جو تمہاری لائی لگ طبیعت کی وجہ سے ممکن ہوا۔ اب وہ نوجوانی والا ٹھرک اور ولولہ نہیں کہ آنکھیں بند کر کے میں صرف سیکس کا مرہون منت ہی بن کر رہ جاؤں۔ اب ہمارے بڑھاپے کی ضروریات کچھ اور ہیں جس میں عشق کی بجائے توجہ کی سودے بازی ہوتی ہے۔

تم شاید اسے احترام کہتی ہو گی لیکن میرے نزدیک یہ منافقت ہے کہ ہم ایک دوسرے کے بارے کچھ ناپسندیدہ باتیں دل میں پالتے رہیں لیکن پھر وہی چھوٹی موٹی شکایتیں کچھ عرصے بعد جمع ہو کر وزن میں اتنی زیادہ ہو جاتی ہیں کہ پھر تعلقات کی ہنڈیا بیچ چوراہے پھوٹ جاتی ہے جیسے ہماری پھوٹ گئی ہے۔

میں مزید اپنی "میں" کے معاملے پر یہ صفائی دے رہا ہوں کہ لوگ اس کا غلط مطلب لیتے ہیں پھر میں ہٹ دھرمی پر اتر آتا ہوں کہ لوگ جیسے مرضی سمجھتے رہیں لیکن اب میں جیسا بن چکا ہوں ویسا ہی ٹھیک ہوں۔ کسی کے لئے آج اپنے آپ کو بدل لوں تو کل جب وہ بدلے تو میں بدلا ہوا تو پھر کہیں کا نہیں رہوں گا۔ پہلے تمہاری خاطر بہن بھائیوں سے بدل گیا اور اب چالیس برس بعد جب تم بدل گئی ہو تو اب میں کہیں کا نہ رہا۔ بہر صورت اب مجھے کسی کی ضرورت نہیں۔ میری شاید باقی کی

زندگی بھی ایسے ہی گزرے اس لئے سوچ رہا ہوں کہ نومبر میں بیٹی کے پاس یو کے چلا جاؤں اور پھر شاید وہیں رہوں۔

ڈینی

کالم میٹھا سچ 903 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 14 جولائی 2024ء

سن 2001ء کے اوائل میں ریور سائیڈ کیلیفورنیا سے پچاس میل دور میں سٹینفورڈ یونیورسٹی کے کیمپس میں اپنے ایک سابقہ استاد پروفیسر عرفان کو ملنے گیا۔ واپسی پر آخری چھوٹنے والی بس پر میں بھاگ کر ہانپتا کانپتا سوار تو ہو گیا لیکن سانس قابو میں نہیں تھا۔ اسی سٹاپ سے بس میں سوار ہونے والی ایک بلیک لڑکی ڈینی میرے سانس درست ہونے کا انتظار کرنے کے بعد بولی کہ کیسی لگی یہ یونیورسٹی؟ میرے مثبت تاثرات سننے کے بعد جب میں نے یہ کہا کہ وقت کی کمی کے باعث پراسپکٹس لے نہیں پایا تو اس نے مجھ سے میرا ایڈریس لے کر اگلے روز پراسپکٹس بھجوا دی۔

اس لفافے سے ایک چھوٹی سی پرچی بھی ڈینی کی طرف سے برآمد ہوئی جس پر اس نے اپنا فون نمبر لکھ کر مجھے کہہ بھیجا تھا کہ مزید مدد کے لئے آپ رابطہ کر سکتے ہیں۔

پھر میں نے ڈینی کی دعوت پر ایک بار اس یونیورسٹی کے عوامی پروگرام میں شرکت بھی کی جس میں مجھے ڈینی نے اپنی چیئر پرسن سے بھی ملایا اور میں حیران رہ گیا جب مجھے وہاں شام کی کلاس میں نیوٹریشن میں رجسٹرڈ نرس کا دو ماہ کا شارٹ کورس آدھی فیس کے ساتھ کرنے کی دعوت دی گئی۔ ایک تو شہر سے باہر اور دوسرا میرے لینگسٹن اوکلاہوما عنقریب شفٹ ہونے کے پروگرام نے مجھے روک دیا لیکن اس یونیورسٹی کی عظمت اور سٹاف کی مددگار خصلت مجھے آج بھی یاد ہے۔

---

---

"904 کون جھگڑالو"

---

---

## کیسی کیسی عورتیں

کالم میٹھا سچ 905 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 30 جولائی 2024ء

سچی کہانیوں کے صفحہ پر ایک پوسٹ پڑھنے کو ملی کہ کسی زمانے میں کیسی عورتیں تھیں۔ ہماری نانیوں دادیوں کے زمانے میں واقعی ایسی عورتیں ہی تھیں۔ لیکن ابھی کے پچاس برسوں میں جو تبدیلی آئی ہے اس نے مجھے بھی تحریک دی ہے کہ ذرا آج کا دور بھی واضح کر دوں۔ لہٰذا دیکھئیے وہ زمانہ کیا تھا اور اب کیسا ہے:

وہ کیسی عورتیں تھیں
جو گیلی لکڑیوں کو پھونک کر چولھا جلاتی تھیں
جو سِل بٹا پر سرخ مرچیں پیس کر سالن پکاتی تھیں
صبح سے شام تک مصروف لیکن مسکراتی تھیں
وہ کیسی عورتیں تھیں
بھری دوپہر میں سر اپنا ڈھک کر ملنے آتی تھیں
جو پنکھے ہاتھ کے جھلتی تھیں اور بس پان کھاتی تھیں
جو دروازے پہ رک کر دیر تک رسمیں نبھاتی تھیں
وہ کیسی عورتیں تھیں
پلنگوں پر نفاست سے دری چادر بچھاتی تھیں
بصد اصرار مہمانوں کو سرہانے بٹھاتی تھیں

اگر گرمی زیادہ ہو تو روح افزا پلاتی تھیں
وہ کیسی عورتیں تھیں
جو اپنی بیٹیوں کو سویٹر بننا سکھاتی تھیں
سلائی کی مشینوں پر کڑے روزے بِتاتی تھیں
بڑی پلیٹوں میں جو افطار کے حصے بناتی تھیں
وہ کیسی عورتیں تھیں
جو کلے کاڑھ کر لکڑی کے فریموں میں سجاتی تھیں
دعائیں پھونک کر بچوں کو بستر پر سلاتی تھیں
اور اپنی جانمازیں موڑ کر تکیہ لگاتی تھیں
وہ کیسی عورتیں تھیں
کوئی سائل جو دستک دے اسے کھانا کھلاتی تھیں
پڑوسن مانگ لے کچھ باخوشی دیتی دلاتی تھیں
جو رشتوں کو برتنے کے کئی نسخے بتاتی تھیں
وہ کیسی عورتیں تھیں
محلے میں کوئی مر جائے تو آنسو بہاتی تھیں
کوئی بیمار پڑ جائے تو اس کے پاس جاتی تھیں
کوئی تہوار ہو تو خوب مل جل کر مناتی تھیں
وہ کیسی عورتیں تھیں
میں جب گھر اپنے جاتی ہوں تو فرصت کے زمانوں میں

انھیں ہی ڈھونڈتی پھرتی ہوں گلیوں اور مکانوں میں
کسی میلاد میں جزدان میں تسبیح دانوں میں
کسی برآمدے کے طاق پر باورچی خانوں میں
مگر اپنا زمانہ ساتھ لے کر کھو گئی ہیں وہ
کسی اک قبر میں ساری کی ساری سو گئی ہیں وہ

اس پر آج کی عورت کا یہ نوحہ حاضر خدمت ہے:

یہ کیسی عورتیں ہیں اب زمانے میں؟
جو سجے بنے باورچی خانے میں جانے سے ڈرتی ہیں
جہاں اے سی نہیں پسینہ آنے سے ڈرتی ہیں
اپنے ہاتھ سے روٹی بنانے سے بچتی ہیں
یہ کیسی عورتیں ہیں اب زمانے میں؟
جو ننگے سر چیختی چلاتی پھرتی ہیں
جو ٹھنڈے گھر میں رہتی ہیں چیونگم چباتی ہیں
فوڈ پانڈہ کے آجانے تک بچوں کو بھوکا رکھتی ہیں
یہ کیسی عورتیں ہیں اب زمانے میں؟
جو بستر جھاڑ نہیں سکتیں اور آیا کو بلاتی ہیں
مہماں کہیں آنہ جائے ایسی دعائیں کرتی ہیں
آجائے تو بے دلی سے پیپسی پلاتی ہیں
یہ کیسی عورتیں ہیں اب زمانے میں؟

جو بچوں کو موبائل تھما کر فیس بک چلاتی ہیں
سلائی سے انجان ہیں برانڈڈ کپڑے دلاتی ہیں
افطار رو دھو کے کرتی ہیں امی سے ٹسوے بہاتی ہیں
یہ کیسی عورتیں ہیں اب زمانے میں ؟
جو قرآں بھی کہیں رکھ کر اکثر بھول جاتی ہیں
پنجابی میں انگریزی بول کر بچے سلاتی ہیں
ریموٹ اور موبائل پاس رکھ کر بستر سجاتی ہیں
یہ کیسی عورتیں ہیں اب زمانے میں ؟
کوئی سوال کر دے تو آنکھیں دکھاتی ہیں
چار چار گاڑیاں دھلا کر چند ٹکے تھماتی ہیں
مگر امی کے گھر ٹرے سجا کر لے ہی جاتی ہیں
یہ کیسی عورتیں ہیں اب زمانے میں ؟
سسر بیمار پڑ جائے تو پاس بھی پھٹکتی ہیں
دوائی تو دور کی بات چائے تک نہ بناتی ہیں
عید شب برات پر بھی سلام تک نہ کہتی ہیں
یہ کیسی عورتیں ہیں اب زمانے میں ؟
نہ دیندار رہی ہیں اور نہ ہی انسانیت حاوی ہے
بڑے کا احترام ہے اور نہ ہی شرم و حیاء کافی ہے
جن کا جسم بھی اپنا ہے اور مرضی بھی اپنی ہے

یہ کیسی عورتیں ہیں اب زمانے میں ؟
امیر مرد ڈھونڈھ کر پھر انگلی پہ نچاتی ہیں
دل میں بغض رکھتی ہیں وہی جو بہنیں بتاتی ہیں
بڑھاپے میں نہ خاوند کو منہ تک لگاتی ہیں
یہ کیسی عورتیں ہیں اب زمانے میں ؟
انہیں ہی ڈھونڈتا پھرتا ہوں گلیوں اور مکانوں میں
مگر دیکھتا ہوں ارد گرد مٹکتی زندہ لاشوں کو
سوچتا ہوں ناداں تھا اوائل جوانی سے میں بھی
کن کے لئے لٹا بیٹھا جوانی، پیسہ اور ارماں بھی
نہ جانے کس قبر میں سو گئیں جن کا سوچا تھا
چمک پسندی کھا گئی ان کو جن پر اک بھروسہ تھا۔

**تلاوت تک محدود**

کالم میٹھا سچ 906 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 31 جولائی 2024ء

ہمارے ای کیپ گروپ میں ایک نیوزی لینڈ سے اعلی تعلیم یافتہ خاتون نے صبح اٹھتے ہی نیکیاں کمانے کے چکر میں سورہ کہف کی ایک سجی سجائی آیت بھیجی اور درخواست کی کہ اسے ایک بار پڑھ لیں پھر چاہے ڈیلیٹ کر دیں۔ ہمیں ان کی معصومیت سے زیادہ لاعلمی پر ترس آیا کہ محترمہ کو نہ خود ترجمے یا آیت کے مفہوم کا علم تھا اور نہ ہی انہوں نے ایک عام بے عمل مسلمان کی طرح جاننے کی کوشش کی ورنہ قرآن کریم بھی ان کے کہیں قریب ہی ہو گا۔ چونکہ انہوں نے ہمیں انگریزی میں مخاطب کیا تھا اس لئے ہم نے ان کو جواب بھی انگریزی میں دیا اور پھر وہ پیغام اردو میں بھی تا کہ بہتوں کا بھلا ہو۔ ملاحظہ کیجئے:

It was recited and after 3 hours the post was deleted.

By the way, empty recitation of the Holy Quran without understanding it with the intention of reward has ruined the Muslims of the subcontinent since the last thousand years. In our opinion, the first step is to believe in this holy book, then reciting it with full conviction, then comes real Islam i.e. understanding the meaning of holy verses, and in the end, practicing this message according to real will of God.

In order to block the light of the Holy Qur'an and to keep man ignorant of this miracle that actually leads to improvement, some conspiratorial elements publicized this hadith and emphasized that "good deeds and virtues are obtained by simple recitation". It diverted the ignorant Muslims to the counting of good deeds and completely prevented them from doing the two most important things which are real and practical, i.e. understanding and practicing it.

Therefore, this conspiracy continues in the subcontinent with great success and ignorance is also fully present and this is the main reason for today's Muslim's betrayal of Allah Subhanahu wa Ta'ala.

Those who design such simplistic verses for social media are absolute ignoramuses because they intentionally make the holy verses meaningless to fulfill the dream of conspirators and agents of non-Muslims and keep sharing them without applying mind so that the plot succeeds conveniently.

This is also one of the two main reasons in this group that we do not want to be part of the historical conspiracy of ignorant Muslims against this beautiful book and are discouraged from engaging in it lest we make other Muslims ignorant and illiterate.
The second reason is the difference in the translations of our holy and highly respected book, due to which Muslims today have not become one nation and are divided into small groups.
Sorry to explain this philosophy again and again

ترجمہ

تین گھنٹے بعد اس پوسٹ کو ڈیلیٹ کر دیا گیا۔
ویسے، بغیر سمجھے قرآن پاک کی محض ثواب کی نیت سے تلاوت نے برصغیر کے مسلمانوں کو پچھلے ہزار سال سے برباد کر دیا ہے۔ ہماری رائے میں پہلا قدم یہ ہے کہ اس مقدس کتاب پر ایمان لایا جائے، پھر اسے پورے یقین کے ساتھ پڑھا جائے، پھر حقیقی اسلام آتا ہے یعنی مقدس آیات کے معنی کو سمجھنا، اور آخر میں اس پیغام پر اللہ کی حقیقی مرضی کے مطابق عمل کرنا۔
قرآن پاک کے نور کو روکنے اور انسان کو اس معجزے سے لاعلم رکھنے کے لیے، جو دراصل بہتری کی طرف لے جاتا ہے، کچھ سازشی عناصر نے اس حدیث کو مشہور کیا اور اس بات پر زور دیا کہ "صرف تلاوت سے نیکیاں اور فضیلتیں حاصل ہوتی ہیں"۔ اس نے جاہل مسلمانوں کو نیکیاں گننے

میں لگا دیا اور انہیں دو سب سے اہم اور عملی کاموں سے مکمل طور پر روک دیا یعنی اسے سمجھنا اور اس پر عمل کرنا۔

لہٰذا، برصغیر میں یہ سازش بڑی کامیابی کے ساتھ جاری ہے اور جہالت بھی پوری طرح موجود ہے اور یہی آج کے مسلمانوں کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے بغاوت کی اصل وجہ ہے۔

جو لوگ سوشل میڈیا کے لیے ایسی سادہ آیات ڈیزائن کرتے ہیں وہ مکمل جاہل ہیں کیونکہ وہ جان بوجھ کر مقدس آیات کو بے معنی بنا دیتے ہیں تاکہ سازشیوں اور غیر مسلموں کے ایجنٹوں کے خواب کو پورا کیا جا سکے، اور بغیر سوچے سمجھے انہیں شیئر کرتے رہتے ہیں تاکہ سازش آسانی سے کامیاب ہو جائے۔

یہ بھی دو اہم وجوہات میں سے ایک ہے کہ ہم اس گروپ میں شامل نہیں ہونا چاہتے اور جاہل مسلمانوں کی اس تاریخی سازش کا حصہ نہیں بننا چاہتے جو اس خوبصورت کتاب کے خلاف ہے، اور ہمیں اس میں ملوث ہونے سے روکا جاتا ہے تاکہ ہم دوسرے مسلمانوں کو جاہل اور ان پڑھ نہ بنا دیں۔

دوسری وجہ ہمارے مقدس اور انتہائی قابل احترام کتاب کے ترجموں میں اختلافات ہیں، جس کی وجہ سے آج کے مسلمان ایک قوم نہیں بن سکے اور چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔

معذرت کے ساتھ، اس فلسفے کو بار بار بیان کرنا پڑتا ہے۔

سوشل میڈیا کے لیے ایسی مرصع و مسجی آیتیں ڈیزائن کرنے والے جاہل مطلق ہیں کیونکہ وہ جان بوجھ کر مقدس آیات کو بے معنی رکھتے ہیں تاکہ سازش کرنے والے اور غیر مسلموں کے ایجنٹس کا

خواب پورا ہو اور شئیر کرنے والے ان کو بغیر سوچے سمجھے شئیر کرتے رہیں تا کہ سازش جلد کامیاب ہو۔

اس گروپ میں یہ بھی ان دو بنیادی وجوہات میں سے ایک ہے جس کی وجہ سے ہم مسلمانوں کی اس خوبصورت کتاب کے خلاف تاریخی سازش کا حصہ نہیں بننا چاہتے اور اس میں ملوث ہونے کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں کہ کہیں ہماری وجہ سے دیگر مسلمان جاہل اور ناخواندہ نہ رہ جائیں۔

دوسری وجہ ہماری اس مقدس اور بہت زیادہ مانی جانے والی کتاب میں تراجم کا فرق ہے جس سے آج مسلم ایک امت نہیں بن پائے اور چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بٹے ہوئے ہیں۔

اس فلسفے کو بار بار سمجھانے کے لیے معذرت۔

## جلدی میں ہلدی

کالم میٹھا سچ 907 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 31 جولائی 2024ء

میں دنیا کا ہر کام تسلی سے کرتا ہوں جس کا مطلب ہے کہ میرے پچوڑی ہار مونز اور گردے ابھی تک مثالی کام کر رہے ہیں۔

میں محض پہلی سطر پڑھ کر یا ٹائٹل سے کتاب کا مفہوم سمجھ کر کبھی دعویٰ نہیں کرتا کہ یہ مضمون یا کتاب میں پڑھ چکا ہوں۔ برے کے گھر تک پہنچتا ہوں تبھی لوگ مجھ سے پیچھا چھڑانے ہی میں عافیت سمجھتے ہیں۔

انعم

سر اس لحاظ سے تو ہم فارسی سے محروم ہی رہے سکول میں کسی نے فارسی کا نام بھی نہ لیا۔
ڈاکٹر
ساری قوم ہی اسی لئے اردو میں نالائق ہے کیونکہ وہ فارسی نہیں جانتی۔ حالانکہ ایسے لوگ بھی کتابوں پہ کتابیں لکھتے چلے جا رہے ہیں جنہیں ابھی دسیوں برس پڑھنے کی ضرورت تھی۔ تبھی ایک بندہ بھی ان کی نگارشات نہیں پڑھتا۔ ایسے مصنفین سے جب میری خط و کتابت ہوتی ہے تو سارا

بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔ کنیز کو ہی دیکھ لو۔ اس کی واحد اردو کی کتاب کا پلیجرازم 71 فیصد ہے۔ جونہی میں نے اسے درست زبان سیکھنے نیز بیس سال مزید علم حاصل کرنے کا مشورہ دیا تو خالص پاکستانیوں کی طرح وٹ کھا گئی لیکن بہر حال اتنی برخوردار ضرور نکلی ہے کہ اب اس نے نا صرف شاعری کرنا بند کر دی ہے بلکہ مزید دس ہزار کتابیں لکھنے کا ارادہ بھی ترک کر دیا ہے۔ اگر دو چار سال اور مجھ سے تعلق رکھتی تو آبائی زمینوں سے اپنا حصہ بھی حرام سمجھ کر تائب ہو جاتی۔

## ڈولفن سے زنا

کالم میٹھا سچ 908 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، یکم اگست 2024ء

مغرب ٹی وی کے ایک چینل ڈبلیو ڈبلیو (ویسٹرن وارئیر) میں دریائے سندھ پر کام کرنے والے کسی ڈاکٹر امتیاز محمود کی ایک رپورٹ نشر کی ہے جس نے مغرب کی نظر میں پاکستانیوں کے جھکے ہوئے سر شرم سے مزید جھکا دیئے ہوں گے کہ سندھ کے ایک قبیلے میں دریائے سندھ کی معدومی کا شکار اندھی ڈولفن کے ساتھ جنسی بد فعلی کرنے کی رسم موجود ہے۔

مجھے 09-2008 کے دوبرس تونسہ بیراج پراجیکٹ پر سوشیو انوائرنمنٹ ٹیم کے ہیڈ کے طور پر کام کرنے کے باوجود اس رسم کا علم نہیں تھا جو آج اس ٹی وی رپورٹ سے پتا چلا ہے تو عام پاکستانی بیچارے کیسے یورپ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل بچے ہوں گے جن کے وہم و گمان میں بھی ایسی افسوسناک خبر کبھی نہ آئی ہو گی لیکن ایک مچھلی سارے جل کو گندہ کرنے کا باعث تو بن گئی اگر سندھ کا کوئی قبیلہ ایسا کرتا ہے تو۔

سندھ، بلوچستان اور پنجاب کے متعدد اضلاع میں کام کے دوران میں نے یہ سن رکھا تھا کہ وہاں بکری، گدھی اور گھوڑی وغیرہ کے ساتھ بعض مشٹنڈے ایسی شیطانی حرکات کرتے ہیں جن کی شدید مذمت اور روک تھام بھی وہاں کے بڑے بوڑھے کرتے ہیں نیز پختونخواہ میں قوم لوط والی بیماری عام سمجھی جاتی ہے لیکن دنیا بھر سے ختم ہوتی ہوئی اس اندھی مخلوق کے ساتھ زنا والی خبر نے تو حقیقت میں مجھے اخلاقی و جذباتی طور پر توڑ کے رکھ دیا ہے۔

مکمل کریں۔۔۔(سرانعم نے یہ لکھا ہے مکمل کرنے کی غرض سے۔یہ میری ذہنی اختراع ہے ایک نظر میں پاس یا فیل کر دیں02/10/2024)

ڈبلیو ڈبلیو ایف پی کو اس ضمن میں سخت اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے،انڈس ڈولفن کی حفاظت کو یقینی بنایا جائے تاکہ ایک اور نسل کو معدوم ہونے سے بچایا جاسکے۔سب سے اہم بات یہ معاشرہ،سکول،ماس میڈیا اور سب سے بڑھ کر والدین کی ذمہ داری ہے کہ قدرتی وسائل اور نباتات وحیوانات کی اہمیت جان کر ان کی حفاظت کریں اور اپنی عزتوں کی بھی،ہوس کی بھی۔

**بیروزگاری**

کالم میٹھا سچ 909 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 2 اگست 2024ء

سر واضح کر دیں کس بارے بات کر رہے ہیں؟ انعم

ذرا اخلاقی اور قانونی علم کو ذہن میں رکھ کر سوچیں کہ کیا 161 وارڈنز اپنے فرائض منصبی پوری طرح ادا کر رہے ہیں؟ یا یہ سبھی وارڈنز پولیس کے محکمے کو چھوڑ کر کہیں اور چھلانگ لگانے کی نیت کے حامل ہیں؟ یا پھر ہمارے تعلیمی ادارے اتنے بانجھ ہو چکے ہیں جو بے مقصد ڈگریاں بیچ رہے ہیں؟

ان سبھی وارڈنز کو منتخب کرنے والوں اور پھر دوران ملازمت مزید تعلیم کی اجازت دینے والوں کو دو میں سے ایک کام لازمی کرنا چاہئے یعنی اگر وہ خود ان سے کم تعلیم یافتہ ہیں تو اپنی پوزیشنیں ان کو دے دیں جو کہ کسی صورت ایسا نہیں ہونے والا وجہ یہ ہے کہ ہمارے محکموں میں تعلیم نہیں بے مقصد سنیارٹی سسٹم لاگو ہے دوم ان پڑھے لکھے جنگجوؤں کو سڑکوں پر گھسیٹنے کی بجائے پولیس اکیڈمی میں استاد مقرر کر دیا جائے۔

اس سارے ڈرامے کو رچانے کی بجائے ان علم کے پیاسوں کو محکمانہ امتحانات میں بٹھا کر پروموشن دے دی جاتی تو زیادہ بہتر رہتا۔ خیر ہماری بات کس نے سننی ہے ہمارے ملک میں سنجیدگی کا قحط ہے اور آوے کا آوا ہی بگڑ گیا ہے۔

## خیلو بھائی

کالم میٹھا سچ 910 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 2 اگست 2024ء

خلیل الرحمان قمر کے ساتھ ہونے والا واقعے پر تاثرات دینے بنتے تو نہیں کیونکہ یہ ایک مردہ اخلاق قوم کا ایسا نوحہ ہے جس پر مردی ضمیر ناچ رہے ہیں۔ حقیقت میں تو خلیل کا کوئی چاہنے والا کوئی ہو یا نہ ہو لیکن یہ سبھی جانتے ہیں کہ اسے اس کی شہرت کی خواہش یا ریٹنگ کے چکر میں پہلے پہل عورت کارڈ کھیلا تھا۔ اب ماروی سرمد نہ سہی مگر اسی گینگ کی کسی عورت نے اس کی وہ چیز لوٹی ہے جو اس کے پاس کبھی تھی ہی نہیں۔ یعنی عزت کیونکہ ہمارے معاشرے میں بیمار ذہنیت کی اس قدر فراوانی ہے کہ جس کا مجھے بھی کئی بار تجربہ ہو چکا ہے۔ مثلاً ایک بار چوراہے پر میری گاڑی خراب ہو گئی تو بجائے کوئی مدد کو آتا میں نے لوئر مڈل کلاس کے دو طالب علم دیکھے جو مجھے نشانہ بنائے آپس میں مزاحیہ اور طنزیہ ہنسی لٹاتے پاس سے نکل گئے۔ خیلو بھائی پر نظر آنے والی بیمار ذہنیت کا مظاہرہ مجھے اپنے ایک فیس بک فرینڈ سے بھی پتا چلا جو پاکستان میں حرام کمائی والی سروس چھوڑ کر کسی طور لندن میں جا بسا ہے اور سوشل میڈیا پر ایک بڑا اردو گروپ بھی چلاتا ہے۔ جو شخص اپنے کمرے میں کتے کے ساتھ بیٹھا شراب پیتے تصاویر دکھا کر اپنے آپ کو لبرل بتا رہا ہو تو یقین جان لیجئے اس کے خون میں گراوٹ بھری ہو گی۔

اس بات سے قطع نظر کہ بنیادی طور پر خیلو بھائی دو سر اسر غلطیوں کا شکار ہوئے۔ اول میڈیا پر بازار حسن والی بے غیرت عورتوں کو چھیڑتے چھیڑتے عام عورت ذات پر بھی زبان چلانے لگ گئے تھے

اور دوسری فاش غلطی رات کے وقت کسی انجان لڑکی سے ملنے جانے کی ہے۔ انہیں شاید اندازہ نہیں تھا کہ وہ اب پدرسری سے مادرسری کی جانب کھسکتے معاشرے میں محض شہرت کی خاطر فاحشہ عورت سے پنگا لے بیٹھا ہے۔ چونکہ 'تنظیم سازی' رات کو ہی زیب دیتی ہے مگر وہ چھ دن اسی شش و پنج سے تاخیر کرتا رہا ہو گا کہ فاحشاؤں سے جیسے بدلہ لے مگر وکیلوں سے مشورے میں اس نے ایک ہفتے کا وقت گزار دیا۔

ویسے بھی بڑا بول کسی کو راس نہیں آتا اس غرور سے بچ کر ہی رہنا چاہئے۔ اب اگر یہ کہا جائے تو شاید زیادتی ہو گی کہ خیلو بھائی کی ریٹنگ مار کھانے کے بعد اب شاید حقیقت میں بڑھی ہو گی۔ اس طرح سرِعام جوتے کھانے کے بعد تو کسی کو مشہور ہونے کا شوق باقی نہیں رہنا چاہئے۔ کچھ ایسے ہی بول ٹی وی پروگرام میں جاہل قدیم (ساحل عدیم) نے بھی ادا کئے تھے اللہ اسے بچا کر رکھے اس ذلت سے۔ ویسے صاف نظر آتا ہے کہ خلیل کو دعوت گناہ دینے والی لڑکی تو محض مہرہ بنی ہے اس کے پیچھے این جی اوز والا پورا گینگ ہو گا "میرا جسم میری مرضی" والا۔

## میں نے تو یہ کیا

کالم میٹھا سچ 911 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 4 اگست 2024ء

نائن الیون پر امریکہ نے جو کیا وہ تو تاریخ کا حصہ لیکن اپنے کالم میٹھے سچ کے نائن الیون میں درج کرنے کے لئے جو کاوشیں میں نے اپنی زندگی کے 69 برسوں کی رقم کی ہیں وہ بھی کبھی نہ کبھی تاریخ کا حصہ ضرور بنیں گی۔ فرق اور تعلق رہے گا تو ایسا جو جنگ کا امن سے ہوتا ہے۔

اس موقعے پر میری ٹیم نے میری معرکہ الآراء بائیو گرافیکل تصنیف "فکر سلطان کا "ایک نوٹ مانگا تاکہ ہماری خود ستائی کی گاڑی اپنے درست ٹریک پر رہے۔ میں نے ان کو مندرجہ ذیل رہنماء نوٹ ارسال کیا:

مندرجہ ذیل فولڈرز مکمل ہونے والے ہیں۔

1۔ کالمز

2۔ میٹھا سچ

3۔ حاصل مطالعہ

ان کے بعد مندرجہ ذیل رویو ہو جائیں تو "گڈ ہو جائے گا"

4۔ غذا و صحت

5۔ ماحولیات بمعہ غذائی تحفظ

پھر ان کے بعد ہم جن فولڈرز کو رویو کرینگے وہ یہ ہوں گے:

6۔ مذہب

7۔ سیاست

8۔ یوٹیوب میں نشر شدہ گفتگو

اپنی بائیو گرافی، عالمی و مقامی سفر اور شاعری میں خود دیکھ رہا ہوں۔ آدھی شاعری کمپوز ہو چکی ہے دو کتب کے برابر۔ اتنی ہی ابھی باقی ہے۔

بائیو گرافی میں دستاویزات سکین کرا کے میں نے الگ الگ موضوعات میں تقسیم کر دی ہیں۔ مثلاً خانگی زندگی، تعلیم، تربیتی اسناد، کاروباری صلاحیت، سفر و ظفر اور۔۔۔۔۔۔۔۔

ان سب کے علاوہ اوپر ذکر کئے گئے سبھی موضوعات سے متعلقہ سکین دستاویزات اور کمپوزڈ مال مصالحہ بھی ان میں بھر دیا ہے۔ مثال کے طور پر میرے اندرون ملک اور بیرون ملک چھپے سینکڑوں مقالہ جات، ریسرچ پیپرز اور پاپولر آرٹیکلز اور لیکچرز جو نوے فیصد انگریزی میں تھے، بھی انہی میں شامل ہیں۔ بلکہ انگریزی کی سابق سات کتابیں بھی۔

اگر فکر سلطان کا نام بدل کر شیطان کی آنت رکھ دیا جائے تو کیسا رہے گا؟ کیونکہ آپ محض چھ ہزار صفحات پر کام کر رہے ہیں جبکہ میں نے دو ہزار صفحات الگ سے کمپوز کرا رکھے ہیں نیز دو ہزار ہی سکین دستاویزات ہوں گی۔ علاوہ ازیں 76 ہزار تصاویر اور وڈیوز کی چھانٹی سر دردی بنی کھڑی ہے۔ ابھی تو عشق و مستی کو ڈاکومنٹ نہیں کر رہا کہ خوامخواہ پردہ نشین لب بام نہ آ جائیں۔

اہم نکتہ یہ ہے کہ اگر دو چار طلباء ایم فل کرنا چاہیں تو میری خود نوشت بائیو گرافی میں جن موضوعات پر کافی مواد موجود ہے ان میں غذائی تحفظ کے حوالے سے ملکی معیشت و ماحولیات اور طنز و مزاح و شاعری کے موضوعات یونیورسٹی کی سطح پر اپنا کر چار عدد ایم فل کی ڈگریاں جاری کی جا سکتی ہیں۔ اور اگر کسی نے میری شخصیت پر پی ایچ ڈی کر لی تو میں اپنی جائیداد کا مناسب حصہ اس

سکالر کے نام لگادوں گا کیونکہ اس ڈاکٹریٹ میں پھر میری تعلیم، تجربہ، ذاتی کاوشوں اور محنت شاقہ کا بھی اضافہ ہو جائے گا۔

بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ ساماں نکلے گا۔

پھر تفصیلی جواب دینے کی عادت سے مجبور ہو کر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ فکر سلطان کی ہیئت ترکیبی کیا ہو گی۔ ملاحظہ کریں:

یہ فہرست میں نے میاں صاحب کو بھجوائی تھی۔ کچھ تبدیلی کے بعد دوبارہ بھیج رہا ہوں:

ساری لائف سٹوری کا نام ہے "فکر سلطان"۔ اس کے اندر 7 سیریز ہیں اور لگ بھگ 45 کتب کے 8000 صفحات ہیں۔ مثلاً

A۔ سیریز اول یا ہڈ بیتی

کل 5 کتب، 1000 صفحات

کتاب 1 اور 2: خانگی معاملات (خاندانی پس منظر؛ بچپن، جوانی بڑھاپا؛ ملکیتیں اور قرضے؛ سماجی روابط؛ سیاست و مذہب میں دلچسپی اور استرداد؛ عمومی مطالعہ؛ قلمبندی کا جنون؛ خطوط بازی؛ اندرون و بیرون خانہ سرگرمیاں؛ رومانس؛ دوست و احباب؛ شادی اور پھر اس کے بعد؛ عمومی صحت؛ مشاہیر سے ملاقاتیں؛ کمیونٹی ڈویلپمنٹ یا این جی اوز والا کیڑا، اندرون و بیرون ملک سفر اور تفریحی سرگرمیاں؛ تنظیمی صلاحیتیں)

اردو 400 صفحات۔

کتاب 3: تعلیم و تربیت (اندرون و بیرون ملک ابتدائی، ہائی اور اعلی؛ تحقیقی شوق؛ تربیتی کورسز؛ شوق اشاعت)، اردو، 200 صفحات

کتاب 4: تجربہ (کاروبار! ملازمت؛ فل ٹائم / پارٹ ٹائم؛ کنسلٹینسی؛ وغیرہ)، اردو، 200 صفحات

کتاب 5: دوسروں کے میرے بارے تاثرات، اندرون و بیرون ملک سات شعبوں میں۔
انگریزی، 200 صفحات

B :۔۔ سیریز دوم یا غذائی تحفظ

کل 10 کتب، 1500 صفحات

کتاب 1: Essentials of Human Nutrition 172p

کتاب 2: غذائی علاج، 206 صفحات

کتاب 3: غذانامہ، 300 صفحات، سکیننگ

کتاب 3: ماہانہ ڈائٹ کیئر، اردو

کتاب 4: ماہانہ ڈائٹ کیئر، انگریزی، 177 صفحات

کتاب 5: ایف ڈی آر سی بلیٹن، 1997 تا 2003، 200 صفحات

کتاب 6: ایف ڈی آر سی بلیٹن، 2007 تا 2009، 150 صفحات

کتاب 7: آٹھ ابواب صحت

کتاب 8: غذائی تحفظ، اول انگریزی، 100 صفحات

کتاب 9: غذائی تحفظ، دوم، 162 صفحات، اردو

کتاب 10: غذا و صحت، اردو، 201 صفحات

C :۔ سیریز سوم یا حیوانات

کل 5 کتب، 950 صفحات

دودھ والے جانور، گوشت والے جانور، مرغبانی، مچھلی، دیگر پرندے اور سمندری غذائیں۔

کتاب 1: مقالہ ایم ایس سی، اینیمل نیوٹریشن، 1984، 100 صفحات

کتاب 2: مقالہ ڈاکٹریٹ وار سا، 1992، 112 صفحات

کتاب 3: ریسرچ پیپرز 116 عدد انگریزی، اردو، 230 صفحات

کتاب 4: اکیس عدد ڈویلپمنٹ رپورٹس، انگریزی، 300 صفحات

کتاب 5: چونسٹھ عدد مضامین مویشیوں پر، اردو، 200

D ۔: سیریز چہارم یا ماحولیات و موسمی تبدیلیاں۔

کل 4 کتب، 1100 صفحات

کتاب 1: مقالہ ایم ایس سی ماحولیات، 2004، 200 صفحات

کتاب 2: دس سیکٹرز کے تین سو پراجیکٹس کی تلخیص، اول، اردو / انگریزی، 400 صفحات

کتاب 3: نو سیکٹرز کے ڈیڑھ سو پراجیکٹس کی تلخیص، 300 صفحات، اردو، انگریزی

کتاب 4: مقامی و عالمی ماحولیات، 203 صفحات، اردو

E ۔ سیریز پنجم یا سماج و طرز حکومت۔

سیاست، مذہب، صحافت، تعلیم، آبادی، شہری ترقی اور دیہی ترقی

6 کتب، 1300 صفحات

کتاب 1: تعلیم، اردو، 300 صفحات

کتاب 2: سیاست، اردو، 200 صفحات

کتاب 3: مذہب، اردو، 150 صفحات

کتاب 4: آبادی و رسوم، اردو، 100 صفحات

کتاب 5: شہری ترقی، اردو، 250 صفحات

کتاب 6: دیہی ترقی، اردو، 300 صفحات۔

F ۔ سیریز ششم: طنز و مزاح۔

طنز، مزاح، چٹکلے، پھبتی، لطیفے اور تشنیع۔

10 کتب، 2000 صفحات

طنزیہ سیریز "میٹھا سچ "میں مندرجہ ذیل کتب ہوں گی:

کتاب 1: سلطانی گواہ، اول، اردو، 209 صفحات

کتاب 2: سلطانی گواہ، دوم، اردو، 200 صفحات

کتاب 3: سلطانی گواہ، سوم، اردو، 200 صفحات

کتاب 4: شوگر کوٹ، اول، اردو، 200 صفحات

کتاب 5: شوگر کوٹ، دوم، اردو، 200 صفحات

کتاب 6: شوگر کوٹ، سوم، اردو، 200 صفحات

کتاب 7: بونا مفکر، اول، اردو، 200 صفحات

کتاب 8: بونا مفکر، دوم، اردو، 200 صفحات

کتاب 9: بونا مفکر، سوم، اردو، 200 صفحات

کتاب 10: بونا مفکر، اردو، 200 صفحات

G :۔ سیریز ہفتم یا شعر و شاعری۔

2 کتب، 350 صفحات

حمد، نعت، غزل، نظم، آزاد اور اکیلے دکیلے شعر۔

کتاب: وہ مسافر بھی گیا، اردو، 140 صفحات

کتاب 2: دل کرچی کرچی / یا گرد سفر، اردو، 200 صفحات

نوٹ:

کالم، مضمون، پیر گراف، مونو گراف، جملے، عالمی و لوکل ریسرچ پیپرز، لیکچرز، تقاریر، یوٹیوب چینل، شاعری وغیرہ موضوعات نہیں ہوتے بلکہ اوپر درج سات سیریز کے تکنیکی مضامین میں پرونے والے طریقہ اظہار ہیں۔ لہٰذا ان کے ٹائٹل نہیں بنانے چاہئیں۔

## غذائی ملاوٹیں

کالم میٹھا سچ 912 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 4 اگست 2024ء

فہیم احمد ٹیمز:

کیا یہ درست ہے کہ ذبح ہونے والے چکن کی آنتیں / چربی وغیرہ چکن فیڈ میں استعمال ہوتی ہیں؟

ڈاکٹر سلطان محمود:

صرف چکن فیڈ ہی میں نہیں انسانی غذا میں بھی شامل ہوتی ہیں۔

فہیم احمد ٹیمز:

کیا چکن کی خوراک میں پروٹین اور چربی۔ وہ بھی چکن سے حاصل کردہ۔

کیا چکن چکن کو کھا رہا ہے؟ ماہرین اس پر کیا کہتے ہیں؟

دیسی چکن کی خوراک دانہ اور کیڑے مکوڑے ہیں۔

ماہرین کیا کہتے ہیں؟

کیا چکن کی نسل اپنے آپ کو کھا کر پلتی بڑھتی ہے؟

ڈاکٹر سلطان محمود:

آپ اس پہلو سے بھی دیکھیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ انسان اور حیوان کے فضلے سے کھاد تیار ہوتی ہے جس سے اگنے والی فصلیں انسان اور حیوان ہی کھاتے ہیں تو بات تو وہی ہوئی۔ ایک اور مثال انسانی کچن اور ٹوائلٹ ویسٹ کی ہے جو ری سائیکل ہو کر دوبارہ انسان ہی کے کام آتا ہے۔

وسیع تناظر میں یہی فوڈ چین کا ایک حصہ commensalism کہلاتا ہے۔

(How google explains it:

Commensalism, in biology, a relationship between individuals of two species in which one species obtains food or other benefits from the other without either harming or benefiting the latter. 08-Jul-2024)

گوگل کے مطابق، حیاتیات میں" کمینسلیزم "دو انواع کے درمیان ایک ایسا تعلق ہوتا ہے جس میں ایک نوع کو خوراک یا دوسرے فوائد حاصل ہوتے ہیں جبکہ دوسری نوع کو نہ کوئی نقصان پہنچتا ہے اور نہ ہی کوئی فائدہ ہوتا ہے۔

فہیم احمد ٹیزز:

انسانی / حیوانی فضلہ پودے کھاتے ہیں۔ اور پھر ان پودوں کو انسان کھاتے ہیں۔

جبکہ چکن اپنی آنتوں اور چربی سے بنی خوراک کھا رہے ہوتے ہیں۔ درمیانی اسٹیج کی فوڈ پراسیسنگ مفقود ہے، اگر ہے تو وہ مصنوعی طور پر فیڈ تیار کرنے والے پلانٹ کر رہے ہیں۔

کیا فوڈ چین میں فیڈ تیار کرنے والے پلانٹ شامل کئے جاسکتے ہیں۔

ڈاکٹر سلطان محمود

مجموعی تناظر میں تو نہیں کر سکتے لیکن فوڈ چین کی تکنیکی وضاحت میں یہ بات "کومینسل ازم "میں آسکتی ہے۔ میرا تو یہی خیال ہے اب دیکھتے ہیں دیگر ماہرین کیا فرماتے ہیں۔ یا آپ کا اپنا نکتہ نظر کیا ہے؟

مکمل آنتیں و مچھلی کا ویسٹ، منڈیوں کا ویسٹ سب مرغی کی غذا ہیں۔

پولٹری میل (Meal) تین قسم کے ہیں۔

Fish Meal مچھلی کا میل

Poultry Meal مرغی کا میل

Corn Meal مکئی میل

دیسی مرغی گھریلو انسانی غذائی خوارج کے علاوہ بلغم، چھپکلی، کیچوے، نالی کے کیڑے مکوڑے اور ٹڈی وغیرہ کھاتی ہے۔

یونس زاہد

جو فروزن گوشت ایکسپائرڈ ہو جاتا ہے وہ بھی، فیکٹریز کا کچن ویسٹ، شادی ہالز کا ویسٹ وغیرہ سب فارمی مرغی کی خوراک ہے۔ پوری مرغی ویسٹ سے بنتی ہے۔ بس ہمارے اور ویسٹ کے درمیان مرغی اک ٹرانسفارمر ہے۔

ڈاکٹر سلطان محمود

ویسے ہی جیسے گھاس پھونس اور ہمارے درمیان گائے بھینس بھیڑ بکری دودھ گوشت فراہم کرنے کی فیکٹریز ہیں۔

یونس زاہد

:پولٹری ویسٹ پراسیسنگ میں 60 فیصد highly offensive Steam خارج ہوتی ہے جو ہوا سے بھاری ہوتی ہے۔ کھلے میدانوں یا کم آبادیوں والے علاقوں میں یہ ہوا کے چلنے کے ساتھ ساتھ چلتی ہیں اور آپس میں مکس نہیں ہوتیں۔ اور 10,10 کلومیٹرز تک بدبو محسوس ہوتی ہے اس مظہر Non-diffusive/ Immiscible /Layered / کو/ Phenomenon stratified flow کہتے ہیں۔ یہی مظہر سمندری Rows کے لیے بھی ہے۔

ڈاکٹر سلطان محمود: ایسا شاید انتڑیوں سے خارج ہونے والے چربیلے بخارات کے سبب ہے یعنی valatile fatty acids۔

یونس زاہد

ویسے بھی یہ decaying matter دکانوں سے اکٹھا کرتے کرتے انتہائی باسی Stale / ہو جاتا ہے اور Waste Carrying Vehicle کے پاس کھڑا ہونا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس میں سے Stale Gases نکل رہی ہوتی ہیں۔ ابالنے پر یہ عمل اور تیز ہو جاتا ہے۔

گوشت خور Carnivorous / جانوروں کے گلنے سڑنے کا عمل سبزی خور Herbivores / کی نسبت زیادہ بدبودار ہوتا ہے۔

سلطان محمود: بحیثیت LWMC کنسلٹنٹ ایک پراجیکٹ Livelihood of Scavengers میں ہماری ٹیم میں شامل ایک چوڑھے کو بھی قے ہو گئی جن کا جدی پشتی یہی کام تھا۔ اللہ معاف فرمائے۔

سجاد بخاری: جی بالکل ایسے ہی ہے اور ارد گرد کی آبادیوں والے بدبو والے سخت عذاب کا شکار ہیں۔ ہمیں کار پر اس فیکٹری والی روڈ سے گزرنے کا اتفاق ہوا تو وہ بدبو بند گاڑی میں بھی پیچھا کئے رکھی۔

ڈاکٹر سلطان محمود: یہ علمی مکالمہ ہے اس لئے دوست برا نہ محسوس کریں تو عرض کروں کہ گوشت خور قوموں کے کھانے میں حیوانی چربی کی شمولیت کے باعث ان کا فضلہ سبزی خور حیوانوں سے زیادہ بدبودار ہونے کی بھی یہی وجہ ہے۔ ایسے ہی جب تک انسان کا بچہ گوشت خوری پر نہیں آتا اس کے فضلے کی بو کم ہوتی ہے۔ انہی فیٹی ایسڈز کی ٹوٹ پھوٹ سے بڑی آنت کا کینسر بھی وجود میں آتا ہے تبھی روزانہ کھانے میں فائبر کے اضافے پر زور دیا جاتا ہے۔

## مصنوعی عورت

کالم میٹھا سچ 913 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 4 اگست 2024ء

ایلون مسک نے اپنی پہلی گرل فرینڈ آرٹیفیشل انٹیلیجنس روبوٹ کی تصویر اپلوڈ کی ہے۔ مسک نے کہا ہے کہ اس نے اس روبوٹ عورت کو کھانے پر مدعو کیا اور اس کے ساتھ عوامی مقام پر ملاقات کر کے بہت اچھا محسوس کیا اور کہا کہ یہ حقیقی عورتوں کی نسبت زیادہ سمارٹ، زیادہ ذہین، زیادہ خوبصورت اور سب سے بڑھ کر میری فرمانبردار ہے!!

اور سب سے اہم بات جو ایلن مسک نے کہی کہ؛

"یہ میری زندگی کو حقیقی عورتوں کی طرح پریشانی کا گہوارہ نہیں بنائے رکھتی!!"

ڈاکٹر

دنیا بھر کے مردوں کا روز اول ہی سے یہ رونا ہے کہ عورت روبوٹ کی طرح فرماں بردار ہو۔ اور اب حقوق نسواں کی تحریکوں کے طفیل یہی خواہش عورت کی بھی ہو چلی ہے۔ اس مقابلے میں پھر مرد کے جیتنے کے امکانات روشن ہیں کیونکہ جاپان اور امریکہ کے مرد سائنسدانوں نے پہلے مصنوعی عورت بنا ماری ہے۔

اس ساری پریشانی سے یہی نکتہ سمجھ میں آتا ہے کہ مرد کو صرف ایسے سیکس ٹوائے کی ضرورت ہے جس کی ازاں بعد ذمے داری نہ اٹھانی پڑے لیکن عورت جب تک خود نہیں کمائے گی اسے مرد کا دست نگر رہنا پڑے گا۔ کمائی عورت پہ لگتی ہے بھلے سے وہ بچوں پر ہی لگے لیکن مرد ٹھرک کے بدلے سنتوں سے نفل چھڑائے ہے۔

پس ثابت ہوا مرد عورت دو مختلف ساخت اور سوچ کے سپیشز ہیں۔ جس کا حل صرف قرآن کریم ہی نے دیا اور کہیں میسر نہیں۔

## کبھی یورپ بھی تو احمق تھا

کالم میٹھا سچ 914 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 15 جولائی / 4 اگست 2024ء

ہماری قلمی دوست شیما بشائر پوچھتی ہیں کہ بالآخر اتنی مونچھوں سے کیا کام لینا چاہتا تھا؟ ہم نے شیما کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے عرض کیا ہے کہ

کبھی یورپ بھی تو ہم جیسا احمق ہی تھا اور اپنے بالوں سے کچھ خاص کام لینا چاہتا ہو گا۔ میرے خیال میں نطشے جاٹ تھا جن کا غالب طبقہ یہ ایمان رکھتا ہے کہ "مچھ نئیں تے کچھ نئیں "نطشے چونکہ لکھتا تھا اور زیادہ بولنا نہیں چاہتا تھا اس لئے اس نے دہانے کو دو وجوہ کی خاطر پردے سے ڈھانپ رکھا تھا۔ اول "پردہ جو اٹھ گیا تو بھید کھل جائے گا " کے مصداق اس کے سالہا سال سے برش نہ کئے گئے گندے پیلے دانت کوئی دیکھ نہ لے اور دوم سامنے والا اس کے منہ کی بو سے لطف اندوز نہ ہو پائے۔ تیسرا فائدہ اس پردے کا یہ بھی تھا کہ کسی کو پتا ہی نہ چلتا تھا کہ نطشے "دندبوڑا "ہے اور یوں پیرس میں اس کی محبوبہ کے خاوند نے فلسفہ خدا پر غصہ کھا کر اس کے منہ پر گھونسہ رسید کر کے سامنے کے جو دو دانت توڑے تھے چھپے رہتے تھے۔

نطشے چونکہ امیر آدمی تھا اور نوکروں کی فوج سے تنگ ہو گا تو دو چار مونچھوں کی خدمت کے لئے بھی اس نے رکھ چھوڑے ہوں گے۔ صبح صبح ایک ان کی صفائی اور تزئین کرتا ہو گا، دوسرا ہر نوالے کے وقت جھالر اٹھا کر رکھتا ہو گا، تیسرا نطشے کو گھر والوں کے سامنے اس ہزیمت سے بچاتا ہو گا کہ پتا ہی نہ چلے کہ نطشے نے آج کیا کھایا پیا ہے ورنہ مونچھوں میں پھنسے چاولوں سے اس کی پسند کا پتا چل جانا تھا۔

نطشے کے اپنے فلسفے کے مطابق عورت کم عقل تھی لہٰذا یہ مونچھیں نطشے کو بوس و کنار کی زحمت سے بھی بچا کر رکھتی ہوں گی۔ یا پھر مہیلہ مقام متصلہ تک رسائی حاصل کرنے کے لئے اوپری بالوں کی حالت دیکھ کر زیر ناف جنگل سے گھبرا کر اتنا بد ظن ہو جاتی ہو گی کہ ارادہ زوجگی ترک کرنے میں ہی عافیت سمجھتی ہو گی اور یوں نطشے کو عورت بارے اپنا فلسفہ رقابت ثابت کرنے کا موقعہ بھی مل جاتا ہو گا۔ ویسے حقیقت ہے کہ نطشے سے شادی پر کوئی عورت بھی تیار نہ ہوئی اور وہ تمام زندگی کنوارا ہی رہا۔

ڈاکٹر سلطان محمود

سر اس کالم کا سارا ٹیکسٹ پہلے سے موجود ہے بس کالم کا نام اور نمبر اور ہاں ڈیٹ بھی فر ق ہے۔ دوسرا کالم اور اس کا نمبر یہ:

**ہم کس کے ساتھ انتہائی زیادتی کرتے ہیں**

کالم میٹھا سچ 898

---انعم 2024/10/03

**ہم اپنے ہی مجرم ہیں**

کالم میٹھا سچ 915 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 19 جولائی / 5 اگست 2024ء

کسی نے کیا خوب لکھا ہے کہ اگر آپ اپنی زندگی پہ نظر دوڑ
کے آپ سب سے زیادہ معافی کے مقروض ہیں وہ آپ خو
اک خاص عمر میں پہنچ کر انسان کے اندر "کسی کے ساتھ
اس وقت کے بعد آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا
جب کوئی آپ کی سالگرہ یاد نہیں رکھتا
یا آپ کو کھانے پر نہیں بلاتا
یہ وہ وقت ہوتا ہے جب آپ خود کے ساتھ خوش رہنا سیکھ جاتے ہیں
جب آپ کو نازل کئے گئے رشتوں سے تعلقات کو لٹکانے میں کوئی دلچسپی نہیں رہتی
جب آپ کسی بے تکی گفتگو پر چند گھنٹے سوجانے کو ترجیح دیتے ہیں
اور آپ مانیں یا نہ مانیں
زندگی تب ہی صحیح معنوں میں حسین لگتی ہے---

آج کل ہم بھی کچھ ایسے ہی دور سے گزر رہے ہیں۔

## اندر کی آگ

کالم میٹھا سچ 916 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 19 جولائی / 5 اگست 2024ء

فیس بک پر لگی جنگ کے محاذ پر ڈٹی ایک بد تمیز فیصل آبادی رشتے دارنی کو کہیں ہم نے مندرجہ ذیل مسلسل دو جواب لکھ مارے۔

"اس قول میں تضاد ہے۔ جب انسان کسی چیز کا صلہ نہیں دیتے تو کیا مخاطب انسان نہیں؟" اور "مریض نسخے سے ٹھیک ہو گا یا آیتیں پڑھنے سے؟ زور کس پر ہے؟۔

انہیں ایسا لگا کہ ہم نے کہیں ان کے مورچے میں بم پھینک دیا ہے لہٰذا تڑپ کے یوں حملہ آور ہوتی ہیں کہ "بحث کرنا جہالت ہے"۔

ہم نے "اپنی عزت اپنے ہاتھ" کے زریں اصول کے تحت اس قول کا یاد کیا کہ جس میں کوئی سیانا کہتا ہے کہ "انہے آگے رونا تے اکھیاں دا کھونا"۔ اور پھر وہی کیا جو کسی سیانے کا سبق ہے کہ بالکل چپ ہو گئے۔

## میری شاعری

کالم میٹھا سچ 917 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 6 اگست 2024ء

ڈاکٹر سلطان محمود: بڑے شاعر بڑے اس طرح بنے تھے کہ ان کے ابتدائی زمانوں میں جونہی تم جیسے قدامت پرست سامعین ان کو ناپسند کرتے تھے تو ان سے سوگنا زیادہ ادب پسند انہیں سراہتے بھی تھے۔ مثلاً اقبال کا ابتدائی شعر سن کر مولوی میر حسن نے خفگی کا اظہار کیا تھا۔ ساغر صدیقی کو ادبی محافل سے خارج کر دیا گیا تھا اور فیض و فراز پر بھی بیشمار انگلیاں اٹھیں۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ انہوں نے ادب میں استاد کا درجہ حاصل کر لیا۔

دوم انہی اساتذہ سے متاثر ہو کر ادبی ذوق اور مہارت رکھنے والوں نے بھی مشق کی اور یوں اردو ادب میں شاعروں کی تعداد تسلی بخش حد تک بڑھ گئی اور اردو زبان کی بھی خوب ترویج ہوئی۔

اب مرد کی آئیڈیل لیڈی ڈیانا ہو تو بھلے سے اس کے گلے میں لیڈی ڈائنا پڑ جائے تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ ڈائنا کو زندگی سے نکال باہر کریں۔ یا لڑکی کا آئیڈیل عمران ہو مگر ملے اس کو آوا گون تو بیچاری پھر بھی بیوہ ہونا کہاں پسند کرے گی۔

پس یہی مثال آئیڈیل شاعر اور نامعقول شاعر پر بھی صادق آتی ہے۔ ورنہ نہ تو انسانی نسل آگے بڑھے اور نہ شاعروں کی بریڈ۔

ڈاکٹر سلطان محمود: اردو ادب کے بیشمار شاعر میرے جیسے حادثے سے گذر کر ہی شاعری کے اونچے مدارج تک پہنچے مگر میں نے یکم اپریل 1981ء کو محبوب کے ہمیشہ کے لئے بچھڑنے کے ساتھ ہی شاعری بھی دفن کر دی:

اک دن تھا گر رخصت ہونا۔۔۔

کیوں پھر میرا من پر چایا۔۔۔!!

ویسے میری چونیتس فیصد شاعری پر تم اپنی پسندیدگی کی مہر ثبت کر چکی ہو۔ تمہیں یاد ہے میں نے تمہیں اپنے چھ شعر لکھ بھیجے تھے اسی گروپ میں جس میں سے تم نے دو پسند کر لئے تھے۔ اگر بغیر تعصب کے میری ساری شاعری پڑھو گی تو مجھے یقین ہے آدھی کی مداح ضرور بن جاؤ گی۔

میرے شاعری کے چاروں اساتذہ کی چالیس برس پہلے متفقہ رائے تھی کہ میرے اندر ایک نیا ساحر لدھیانوی تڑپ کر باہر آنے کو تیار تھا۔ مگر مجھے تب بھی شاعر کہلوانا برا لگتا تھا اور آج بھی اگر کوئی مجھے شاعر کہہ دے تو مجھے اپنی تضحیک محسوس ہوتی ہے۔ جب نوجوانی کی پہلی محبت نہ رہی تو پھر کیا شاعر اور کیا شاعری؟

کوئی کہاں تلک تعاقب میں آئے گا۔۔۔

ہم نے تو نقش پاؤں کے خود ہی مٹا دیئے۔۔۔!!

اب تو زندگی سے سمجھوتہ چل رہا ہے اور اسی دوران کامیاب شادی شدہ زندگی بھی یوں گزر گئی کہ:

وہ نہ میرا بن سکا اور میں اس کا آج تک۔۔۔

غنیمت یہ ہے کہ دونوں ہی بے خبر رہے۔۔۔!!

مگر میں ناصر کاظمی کی طرح نہیں تھا کہ "نئے کپڑے پہن کے جاؤں کہاں؟ "بلکہ اقبال کے شاہین کی طرح کانہ تھکنے والا بندہ تھا کہ عشق والا باب بند ہوا تو چلو کچھ اور کام کرتے ہیں تو پھر میں نے سائنس کے میدان میں چومکھی لڑائی لڑنے کا فیصلہ کر لیا بقول فیض "کچھ عشق کیا کچھ کام کیا "اور آج آپ کے سامنے ایک روتا دھوتا شاعر نہیں بلکہ لہو نگل کے فخر سے سینہ تانے ایک جانا مانا سائنسدان کھڑا مسکرا رہا ہے:

لہو نگل کے چھپاتے ہیں اپنے غم فائق۔۔۔
وہ کیا خوشی ہے جسے ہم پیام کرتے ہیں۔۔۔!!

## کچی آبادی

کالم میٹھا سچ 918 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 8 اگست 2024ء

مناظر بھائی سلام ہے آپ کو کہ آپ لاہور شہر کی دریائی بیلٹ کے ساتھ رہنے والے پکھی واسیوں کے حالات بھی سامنے لائے۔ یہ جگہ کسی بد معاش کے قبضے میں ہے لیکن ایل ڈی اے کی ملی بھگت اور بے توجہی سے کبھی ترقی کے مرحلے سے نہیں گزری۔ حالانکہ اس کے بالمقابل موٹروے کی دوسری جانب پکی آبادیاں بن رہی ہیں۔ اب چونکہ دریائے راوی سیلابوں کے علاوہ قریباً ختم ہو چکا ہے اس لئے اس کے حفاظتی بند کے ساتھ ساتھ ایل ڈی اے ڈویلپمنٹ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔
لاہور کے بیچوں بیچ گزرنے والے گندے نالے کے ارد گرد بھی ایسے بیشمار اور بھی urban slums ہیں جہاں پولیس سے ساز باز کر کے بیشمار غیر قانونی دھندے بھی چلتے ہیں جن میں سے ایک جانوروں کی آنتوں کو گرم کر کے کھانے والا تیل نکالنے کا کام بھی ہیں۔ اس انتہائی مضر صحت تیل کو کسی نام سے پیپوں اور بوتلوں میں بھر کر برگر شوارما شاپس پر بھی سپلائی کیا جاتا ہے بلکہ غریب علاقوں کے ہوٹلوں، مٹھائی و سموسہ شاپس میں بیچا جاتا ہے۔
میری کمپنی نے 2016ء میں اس علاقے کا اس وقت مکمل سروے کیا تھا جب ہمیں لاہور ویسٹ مینجمنٹ کمپنی کا اسی علاقے میں ٹرانسفر سٹیشن بنانے کا کام ملا تھا۔ اس کے بعد دوبارہ ہمیں اس وقت یہاں آنے کا اتفاق ہوا جب 2018ء کی عید قربان پر اسی کمپنی کے صفائی آپریشن کی تھرڈ پارٹی مانیٹرنگ کا کام ملا۔

ڈاکٹر سلطان محمود

# زمین کے لالچی

کالم میٹھا سچ 919 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 28 جولائی / 8 اگست 2024ء

ڈاکٹر سلطان محمود : اب بڑے شہروں میں زمین خریدنے کے لالچی لوگ بھگتیں اپنی غلطی کو۔ میں صرف مڈسٹی ہی نہیں ایسی درجنوں ہاؤسنگ سکیمز کے خلاف عوام کو تیس برس سے اپنی تحریروں اور لیکچرز کے ذریعے وارننگ دیتا آیا ہوں کہ زمین کا لالچ مت کریں، اپنی مادی خواہشات دیکھ بھال کر پوری کریں اور پرائیوٹ ہاؤسنگ سکیمز کے بارے میں تو سوچیں بھی مت حالانکہ ہماری سرکار دربار میں بھی فراڈی افسران اور سیاستدانوں کی کمی نہیں۔ ایسی سکیمز میں پھنسنے والے عموماً چار کیٹیگریز کے لوگوں کی اکثریت ہوتی ہے اور ان چاروں کو سزا ملنی بے حد ضروری ہے:

اول جو جائز ناجائز دیکھے بغیر کمائی کرتے ہیں اور پھر چوروں کو مور پڑ جاتے ہیں۔

دوم جن کے پاس پہلے سے ایک گھر یا پلاٹ ہوتا ہے مگر ذہنی طور پر قانع نہیں توسیع پسند یعنی لالچی ہوتے ہیں۔

سوم چکوک میں بسنے والے دیہاتی لوگ جو اپنے بچوں کو شہری بنانے کے خبط میں مبتلا ہوتے ہیں اور عموماً اپنی زرعی زمین میں زراعت موقوف کر کے کھیت بیچنے کا جرم کرتے ہیں۔

اور چہارم جو قرآنی علوم سے بے بہرہ ہوتے ہیں اور نہیں جانتے کہ زمین کی غیر پیداواری مقاصد کے لئے خرید و فروخت رب تعالیٰ کو قبول ہی نہیں۔ ان کا رزق ویسے بھی بے برکت رہتا ہے۔

یاد رکھیں جب تک لالچی اور کم علم زندہ ہیں دھوکے باز پیدا ہوتے رہیں گے۔ واحد حل یہ ہے کہ اپنی بچت اپنے پاس سنبھالے رکھنے کے محفوظ طریقے کا علم حاصل کریں اور اگر واقعی ضرورت ہے تو بنا بنایا گھر خریدیں چاہے چھوٹا سا ہو نیز پلاٹ تو خریدیں ہی مت جب تک اس کے کاغذات کی خود تصدیق نہ کر لیں۔ پراپرٹی کی خرید و فروخت کا کاروبار کرنے والوں کا تو رزق سو فیصد حرام ہے کیونکہ جھوٹ کی فراوانی پر مبنی ہوتا ہے اور بعد میں آپ ان کے فراڈز کے خلاف ہمیشہ بدمعاشی کا سامنا کریں گے۔ قصہ مختصر، جیسے خریدنے والے کو پڑ جاتے ہیں دلالوں جیسے موروں کو پڑ جاتے ہیں پلاٹ بیچنے والے چور۔ اب ایسوسی ایشنز بنا کر مزید وقت اور پیسہ ضائع کرنے سے بہتر ہے کوئی اور ڈھنگ کا کام کریں۔

**مفت کے دیندار**

کالم میٹھا سچ 920 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 00 جولائی / 8 اگست 2024ء

**بینا**

اس دائرے میں سب کچھ ہی آجاتا ہے۔ ہمارا دین بھی، الحمدللہ! دین کو ماحول سے نکال نہیں سکتے۔

ڈاکٹر سلطان محمود

محترمہ ہمیں معلوم ہے جب کہ سب کچھ دین کے اندر بھی آتا ہے اسی طرح ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ماحولیات میں بھی سب کچھ آجاتا ہے تو پھر بتایئے کہ ہم کسی خاص نفس مضمون میں اپنی ترجیحات کیسے طے کریں گے؟ آیئے آپ کو کچھ مثالیں دوں:

جب معاشرے ترقی یافتہ نہیں ہوتے تو ایک ہی سقراط و البیرونی وغیرہ بیک وقت کئی کئی علوم کے استاد سمجھے جاتے ہیں پھر وہی محسوس کرتے ہیں کہ انسان کو موثر طریقے سے مخاطب کرنے اور تبدیل کرنے میں دشواری کا سامنا ہے تو پھر وہیں سے ترقی یافتہ دور کی ابتدا ہو جاتی ہے اور وہی ایک شخص کے علوم کو پھیلا کر کئی کئی یونیورسٹیاں بن جاتی ہیں۔ آج ارسطو، سقراط، ہیگل، ابن الہیثم، گاندھی و اقبال وغیرہ کے افکار کے پھیلاو والی کم سے کم گیارہ یونیورسٹیوں کو اٹھارہ ممالک میں میں

خود دیکھ چکا ہوں۔ کیا ان یونیورسٹیوں کے بانیان کو دین اور پیار محبت کا علم نہ تھا۔ دراصل یہی ترقی کا ماڈل ہے جو دنیا کے 212 ممالک میں اپنایا جا چکا ہے۔

چالیس برس قبل ہمارے ایک استاد نے بڑی پیاری مثال دی تھی۔ فرمایا دو سو برس قبل ٹڈی locust پر ایک استاد نے جو خیالات پیش کئے تھے وہ آج (آدھی صدی پیشتر کی بات ہے) آسٹریلیا میں ہونے والی ایک پی ایچ ڈی کا عنوان یوں بناتی ہے "بلوچستان کی ریگستانی ٹڈی کا دل" یعنی پوری ٹڈی بھی نہیں اور سارا بلوچستان بھی نہیں۔ بالفاظ دیگر جب انسان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنا مقصود ہوتا ہے تو ہمیں گہرائیوں میں غوطہ زن ہونا پڑتا ہے اور ایک کل در جنوں جزویات میں تقسیم ہو جاتا ہے۔

ہزاروں مثالوں میں سے دوسری مثال ماحولیات کے مضمون کی ہے۔ اس مضمون کو 1970ء میں کئی بنیادی مضامین سے الگ کر کے آزاد مضمون کا درجہ دیا گیا جو آج صرف آدھی صدی بعد قریباً بیس مزید جزویات میں تقسیم ہو چکا ہے۔ کیوں؟

کیا منطق پھیلنے سے دین ختم ہو گیا؟ نہیں۔ کیا سائنسی ترقی سے پیار محبت والی صفت ختم ہو گئی؟ نہیں کیا ماحولیات کے الگ مضمون بننے سے زراعت، فزکس، کیمسٹری یا سوشیالوجی کے مضامین ختم ہو گئے؟ نہیں۔ بلکہ سب موجودہ مضامین کے بانی مضامین آج بھی زندہ ہیں اور اپنی نسل بڑھا رہے ہیں۔

یہ باتیں ہمارے اساتذہ ہمیں دہائیوں سے بتاتے آرہے ہیں مگر ہم آج بھی حقائق سمجھنے سے قاصر ہوں تو پھر ہم سچے پروفیشنل تو نہ ہوئے ناں میڈم۔

ایک اور بات۔ کیا سیکس دین اور ماحولیات سے الگ مضمون ہے؟ نہیں۔ یا صبح کا سلام، جمعہ مبارک اور پھول بھیجنا کوئی ناپسندیدہ کاروائی ہے؟ نہیں۔ یا زرداری و عمران اور حج و نماز غیر ماحولیاتی عناصر ہی؟ نہیں۔ لیکن سنجیدہ گروپس میں ان کی ممانعت اس لئے ہوتی ہے کہ یہ آپ کا فوکس خراب کر دیتے ہیں۔

## تبصرے بینا کے بیان پر

کالم۔921

لاہور، 27جولائی / 8اگست 2024

بینا جو میرے جواب سے مطمئن نہ ہو کر بعد میں گروپ چھوڑ گئیں، کہتی ہیں کہ دین ہی سب کچھ ہے ماحولیات کا مضمون بھی اسی کے اندر آجاتا ہے۔

اس پر میرا الگ سے کالم ملاحظہ کیا جاسکتا ہے نمبر920 "مفت کے دیندار". البتہ اراکین گروپ کے دیگر تبصرے ملاحظہ کریں:

فہیم: ڈاکٹر صاحب آپ کے نہایت معقول اور پر اثر دلائل ہیں۔ آپ کا زور تو بہت لگ گیا، یقیناً یہ زور رنگ بھی لائے گا۔

اگر شعر و شاعری کے ذریعے ماحولیات کے مضمون میں کچھ حصہ داری شامل کی جاسکتی ہے تو اس گروپ میں وہ تمام شعر شامل ہوتے رہنا چاہئے۔

وہ آیت و حدیث جو گروپ کے عنوان پر موزوں آئے وہ گروپ میں متعلقہ بحث کا حصہ ضرور بن سکتی ہے۔

ہمارے ماحولیاتی کیمسٹری کے پروفیسر جناب حبیب اللہ صاحب نے پہلی کلاس میں ناصر کاظمی کا شعر پڑھا:

نئے کپڑے بدل کر جاؤں کہاں

میں بال بناؤں کس کے لیے

ماحولیاتی کیمسٹری کا باقی سمسٹر اس شعر کی تشریح میں گزر گیا۔ اور ہمیں آج ماحولیاتی کیمسٹری کا جو ادراک حاصل ہے وہ اسی شعر کی بدولت ہے۔

لیکن اس میں ڈاکٹر حبیب اللہ کو بہت محنت کرنا پڑی ہو گی، ورنہ مجھ جیسے کئی طلباء نے ایف ایس سی کے بعد کیمسٹری کا ایک لفظ نہیں پڑھا تھا۔

ڈاکٹر: فہیم بھائی ویسے اس شعر کا کیمسٹری سے کیسے تعلق جڑتا ہے؟ کہیں ایسے تو نہیں جیسے:

مگس کو باغ میں مت جانے دیجیو۔۔۔

ناحق خون پروانے کا ہو گا۔۔۔!!

فہیم: اس کے لیے آپ کو کیمسٹری کی کلاس پڑھنا پڑے گی، وہ بھی پورا سمسٹر۔

ڈاکٹر: توبہ توبہ۔ پی ایچ ڈی تک جو کیمسٹری کی درجنوں کتابیں پڑھنی پڑیں اس سے آج تک دماغ کی الائنمنٹ درست نہیں ہوئی۔

یونس: اگر گروپ میں زیادہ Trimmings ہوئی تو گروپ کا سایہ ختم ہو جائے گا۔ ہر علم ماحول کا حصہ ہے۔ ہر جاندار ماحول کا اک Character ہے اور Niche رکھتا ہے۔ بھنڈی یا بینگن یا دال پکاتے وقت آپ مصالحے بھی ڈالتے ہیں پھر Taste بنتا ہے۔ لیکن نام صرف بھنڈی، بینگن یا دال کا ہی چلتا ہے۔

اس گروپ میں کچھ ذوق والے، کچھ دل والے، کچھ پتھر دل، اور بقیہ صرف دماغ والے ہیں انکو تو پھول بھی پسند نہیں ہوتے۔

لوگوں کو گروپ میں جڑے رہنے کے لئے کچھ مصالحے ڈالنے کی اجازت دیں اور اگر یہاں صرف روزانہ خالص دال یا بینگن پکا تو ممبرز کا interst ختم ہو جائے گا اور گروپ میں ذوق کا Drought آئے گا۔

گروپ میں زیادہ تر Audience سٹائل کے ممبرز ہیں جو ہماری خشک باتیں برداشت کرتے رہتے ہیں اور کبھی کبھی پڑھے بغیر ہی Like یا دل کا نشان بھیج دیتے ہیں۔ ویسے اس گروپ میں دل کا کوئی کام نہیں ہے اس لئے اس کا نشان بھی مت بھیجا کریں۔

دیکھنا بھی اک کردار ہے۔ ہر ذی روح اک رول لیکر دنیا میں زندہ ہے۔ جسے اسکا Niche کہتے ہیں۔ ہم کو کچھ جانداروں کا Niche پسند نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر سلطان محمود: حضور والا انسانی جذبات کے حوالے سے بالکل درست فرما رہے ہیں لیکن اراکین کو یہ بھی تو بتائیں کہ ہمارے دین میں بھی ماحولیات کی اوپر درجے کی اہمیت ہے اس سے

متعلقہ مصدقہ آیتیں لکھیں محض فارورڈ کرنے کی بجائے کچھ تحقیق اور لکھنے پر بھی توتوجہ کریں۔ ایسے ہی اس گروپ میں گورننس اہم جزو ہے جو سیاست، قوانین اور حکومتی عملدرآمد سے ہی متعلق ہے۔ اس گروپ میں بڑے بڑے ڈاکٹر ہیں وہ سوشل ایشوز پر بات کیوں نہیں کرتے؟ کیا ان کے اذہان پر پابندی گروپ کے قوانین نے لگا رکھی ہے؟ ماحولیات پر میں علامہ کا شعر اکثر دہراتا ہوں:

کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ۔۔۔

مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ۔۔۔!!

موقعہ ملا تو میں دسمبر 2020ء میں "دبستان اقبال" میں دیا گیا اپنا لیکچر شئیر کروں گا جو "اقبال اور ماحولیات" پر تھا۔ ہم ذرا سی محنت کیوں نہیں کرتے؟ اور ایسی ماحولیاتی شاعری ڈھونڈ کر بھیجیں اس پیاسے گروپ میں۔ کس نے روکا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم شاید لکھ نہیں سکتے یا پھر ذاتی تحقیق کو ہی ناپسند کرتے ہیں۔ ورنہ:

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا۔۔۔

ورنہ گلشن میں علاج تنگیٔ داماں بھی تھا۔۔۔!!

ہم چاہیں تو اپنی اپنی ڈاکٹریٹ اور ماسٹرز کے مقالے ہی مختصراً بیان کرنا شروع کر دیں تو ماحولیات میں نووارد بچے خود بخود جوان ہو جائیں گے۔

یونس: دنیا میں 102 خالص ترین Exclusive مادے ہیں جنہیں ہم عناصر کہتے ہیں۔ دنیا بھر کے سائنسدان ان کی Adulteration سے کروڑوں مفید چیزیں بناتے ہیں۔ مادوں کے علاوہ سب مادے مرکبات، ادویات، جاندار Adulteration کی پیداوار ہیں۔

ڈاکٹر: ویسے پریاڈک ٹیبل میں اب 118 عناصر ہیں۔

102 ہمارے دور میں تھے۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا۔۔۔

ہم سو گئے داستان کہتے کہتے۔۔۔!!

یونس:

Heart replaced by brain so that group norms can be followed.

دل کو دماغ نے بدل دیا تاکہ گروپ کے اصولوں پر عمل کیا جا سکے۔

ڈاکٹر سلطان محمود

Better to say wisdom dominance over ambitions.

For instance, car extends comfort to humans but pollutes the air, thus example is not so fit.

Secondly, it was human heart who forced wisdom to step forward and develop technology. In turn the same technology, gives rise to the pollution at that height where full globe is under threat.

Balance is always desired because life is standing on balance. We have seen the outcome of comforts and now there is a time to pay back the cost of convenience.

Thus now wheel of negligence must be turned anticlockwise, meaning thereby, wisdom should rule over the ambitions.

عزائم پر حکمت کا غلبہ کہنا بہتر ہے۔

مثال کے طور پر، کار انسانوں کے لیے سکون فراہم کرتی ہے لیکن ہوا کو آلودہ کرتی ہے، اس طرح مثال اتنی موزوں نہیں ہے۔

دوسرا، یہ انسانی دل تھا جس نے حکمت کو آگے بڑھنے اور ٹیکنالوجی کو ترقی دینے پر مجبور کیا۔ بدلے میں وہی ٹیکنالوجی، اس بلندی پر آلودگی کو جنم دیتی ہے جہاں پوری دنیا خطرے میں ہے۔

توازن ہمیشہ مطلوب ہے کیونکہ زندگی توازن پر کھڑی ہے۔ ہم نے آسائشوں کا نتیجہ دیکھا ہے اور اب سہولت کی قیمت واپس کرنے کا وقت ہے۔

اس طرح اب غفلت کا پہیہ گھڑی کی مخالف سمت میں گھمایا جانا چاہیے، یعنی اس طرح عقل کو عزائم پر حکمرانی کرنی چاہیے۔

# کتاب بینی

کالم میٹھا سچ 922 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 28 جولائی / 8 اگست 2024

کھانا جسم میں جا کر کچھ دیر کے بعد محسوس ہونا بند ہو جاتا ہے۔ وہ محسوس ہو نہ ہو لیکن اس کا کچھ حصہ ہمارے جسم کا گوشت بن جاتا ہے، کچھ چربی، کچھ ہڈی اور کچھ پٹھے۔ پھر ہم انہی قیمتی اجزاء کے ذریعے آہستہ آہستہ بڑے ہو کر یکدم مضبوط و توانا نوجوان بن کر دنیا سے ٹکر لینے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

تب میں نے جانا کہ جو کتاب بھی میں پڑھتا ہوں، وہ تقسیم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس کا کچھ حصہ میری لُغت مضبوط کرتا ہے، کچھ میرا علم بڑھاتا ہے، کچھ میرا اخلاق سنوارتا ہے، کچھ میرے لکھنے بولنے کے اسلوب کو ترقی دیتا ہے۔

اگرچہ یہ سب میں اس وقت محسوس نہیں کر پاتا!!

# بچپن کی تصویریں

کالم میٹھا سچ 923 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 30 جولائی / 8 اگست 2024

چوتھا موضوع: میاں خالد کا اپنی بچپن کی تصویر لگانے پر کلاس لی گئی:

ڈاکٹر سلطان محمود: کیا ہمیں بھی اجازت ہے کہ اپنے بچپن جوانی کی لاکھوں تصاویر اس محدود سے گروپ میں ڈال کر ESG کی تھوڑی سی خدمت کر لیں؟ پھر دس ٹیرا بائیٹس کی نئی ویب سائٹ بنا لیتے ہیں۔

صمدانی: صاحب پھر تو باقی کا وقت صرف آپ کی تصویریں ہی اپلوڈ ہوں گی ہمارا تو نمبر بھی نہیں آئے گا۔

ڈاکٹر: غیرت جہاد اپنی زخم کھا کے جاگے گی۔۔۔

پہلا وار تم کر لو دوسرا ہمارا ہے۔۔۔!!

یونس: Males are not allowed (مردوں کو اجازت نہ ہو گی)۔

ڈاکٹر سلطان محمود: تو پھر فی میلز تو بالکل بھی اپنا بچپن شئیر نہیں کرینگی کیونکہ تب فلٹر نہیں لگتے تھے۔

یونس: ہم سائنسی ایجادات استعمال کر کے ماحول کی Sustainability ضائع کر چکے ہیں۔ اب بادل آسمان پر ٹکتے ہی نہیں ہیں۔ طوفانی بارش کے بعد فوراً آسمان صاف اور شدید دھوپ۔

گلوبل وارمنگ سے بارشیں زیادہ ہوں گی۔ ہمیں واٹر مینجمنٹ پر توجہ دینی چاہیئے یعنی Water Reservoirs, water recharge, Rain water Harvesting

یونس: میری خود بچپن کی تصاویر دیکھنے والی نہیں ہیں۔

ڈاکٹر: ڈاکٹر صاحب جس کے بچپن کی کوئی اچھی تصویر نکل آئے اور موجودہ شکل کو لوگ ناپسند کرتے ہوں وہی بتاتا ہے کہ "کھنڈر بتا رہے ہیں کی عمارت عظیم تھی" ورنہ ہم آج میں زندہ ہیں اور فکر مستقبل کے ماحول کی ہونی چاہیئے۔

ورنہ میں اپنی بچپن کی وہ تصاویر بھلا شئیر نہ کرتا جس میں ریڈیو فیم نظام دین نے مجھے گود میں اٹھا رکھا ہے، نیز میں پطرس بخاری کے بھائی ذوالفقار شاہ بخاری، حضرت واصف علی واصف نیز علامہ پرویز کی محافل میں بیٹھا نظر آ رہا ہوں۔

(شکریہ خالد صاحب مجھے بھی شیخی بگھارنے کا موقعہ مل گیا ہے)

یونس: ان بزرگوں کی گودی گیلی کرنے کا کوئی واقعہ جڑا ہے تو بتا دیں؟

## جماعت اسلامی سے سوال

کالم میٹھا سچ 924 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 30 جولائی / 9 اگست 2024

جماعت اسلامی اس قوم کے تن مردہ میں جان ڈال سکتی ہے اور عوام اپنے جائز حقوق پس پردہ طاقتوں سے چھین سکتے ہیں لیکن اگر محترم حافظ نعیم گاندھی کی طرح مرن بھرت رکھ لیتے تو۔ اگر یہ دھرنہ طویل ہو جاتا تو میرے جیسے بے حس بھی اپنی جان لڑا سکتے تھے۔ اب کیا خیال ہے کہ جماعت نے عوامی سیاسی جماعت بننے کا نادر موقع کیوں گنوایا ہے؟ کیا اسٹیبلشمنٹ سے اتنی ہی اجازت ملی تھی؟ یا عالمی طاقتوں کا صرف اتنا منشا تھا کہ پاکستانی عوام کے غصے کو چند دن کے دھرنے سے کچھ ٹھنڈا کیا جائے اور ریاست کو امریکی ایجنڈے پر کام کرنے کا کچھ اور موقع دے دیا جائے۔

معافی چاہتا ہوں کہ میں بھی جملہ معترضہ تک محدود ہوں اور یہ بھول گیا کہ اسٹیبلشمنٹ کی ملی بھگت سے عوام کو مسلم لیگ، پیپلز پارٹی اور تحریک انصاف لوٹیں مگر ہم جماعت پر تنقید کرتے پھریں جو کبھی حکومت میں بھی نہیں آسکتی بیچاری اور وجہ صرف یہ ہے کہ عوام ہی درحقیقت بے ایمان ہے۔

## عمران اور آئی پی پیز

کالم میٹھا سچ 925 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 31 جولائی / 9 اگست 2024ء

جناب جن کی وجہ سے یہ مافیا وجود پا گیا ہے وہ پاکستان کا سب سے طاقتور ادارہ ہے۔ اگر وہ ادارہ نہ چاہے تو ہمیں آئی پی پیز سے نجات نہیں مل سکتی۔ اور اگر چاہے تو ایک دن میں معاہدے مسترد کئے جاسکتے ہیں۔ میرے ایک سوال کا کوئی جواب نہیں دے رہا اور وہ وہی ہے جو اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ چلیں مزید دو ضمنی سوال بھی پوچھنے کی جرأت کر لیتا ہوں۔

اول آپ جن 49 خاندانوں کے نام لے رہے ہیں کیا وہ سبھی سیاستدان اور بیوروکریٹس ہی ہیں یا ان کے کندھے پر عدلیہ اور فوج کا ہاتھ بھی ہے؟ اگر ہے تو پھر اس مسئلے کا کوئی حل نہیں کیونکہ یہ سبھی طاقتور لوگ ہمارے خون کا آخری قطرہ نچوڑ کر باہر بھاگ جائیں گے ۔

دوم، نواز شریف اور زرداری تو ساری دنیا جان گئی ہے کہ وطن فروش اور قومی چور ہیں لیکن عمران نے 2020ء میں کیوں آئی پی پیز کے معاہدوں کو مزید تیس برسوں کے لئے توسیع دی؟ اگر اس سوال کا درست جواب دے دیں تو آپ کو دولت لوٹنے والے اصل ہاتھ بھی نظر آجائیں گے۔

## اٹھو کہ حشر سر پہ کھڑا ہے

کالم میٹھا سچ 926 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 9 اگست 2024ء

آپ کی بات درست ہے۔ دراصل دنیا بھر کے ماہرین ماحولیات کی یہ اجتماعی ناکامی ہے کہ وہ 1992ء کی ریو کانفرنس میں اکٹھے ہونے کے بعد آج تک اور 28 کاپس کرنے کے باوجود نہ تو مناسب ماحولیاتی شعور اجاگر کر سکے اور نہ عالمی حدت پر قابو پا سکے اور اس کی واحد وجہ امریکہ کا عدم تعاون رہا کیونکہ یورپ، چین، بھارت، خلیج اور باقی دنیا اسی کے طرز عمل سے فائدہ اٹھاتی ہے۔

اس کا حل امریکہ کا بائیکاٹ بھی ہو سکتا ہے مگر محاذ آرائی میں پڑنے کی بجائے اب ساری دنیا کو امریکہ و دیگر متمول ممالک کو نظر انداز کر کے مندرجہ ذیل نکات پر اتحاد کرنا پڑے گا:

1۔ فاسل فیول پر مناسب پابندیاں تاکہ عالمی ٹرانسپورٹ متبادل ذرائع اختیار کرنے پر مجبور ہو جائے۔

2۔ نوے فیصد تک توانائی قابل تجدید ذرائع سے ہی حاصل کی جائے۔

3۔ دنیا بھر میں چینی ماڈل ایک بچہ فی خاندان سختی سے لاگو کیا جائے۔

4۔ آبادی بارے چینی طرز پر ہی دس درخت فی کس لگانے اور نگہداشت کی سخت شرط عائد کر دی جائے۔

5۔ عالمی سطح پر چین میں گلوبل فنڈ قائم کر کے نوبل پرائز جتنی اہمیت کا 'گرین پرائز' متعارف کیا جائے۔ نیز اقوام متحدہ کی طرز پر تمام دو سو ممالک اس میں مالی حصہ ادا کریں۔ اس رقم سے ان سرفہرست دس ممالک کی مدد کی جائے جو ماحولیاتی تباہی کا شکار ہیں۔

6۔ زندگی کے تمام تعلیمی شعبہ جات میں عالمی حدت سے بچاؤ کے مضامین متعارف کروائے جائیں۔ نیز بیکار کے مضامین فارغ کر دیئے جائیں۔

7۔ عالمی سطح پر دس دس سال کے ہدف مقرر کر کے فی کس کاربن فٹ پرنٹ ایک ایک ٹن کم کیا جائے جو دنیا کے کثیر آبادی والے پہلے دس ممالک پر لاگو کر دیئے جائیں۔

## ڈاکٹر یونس سے ایک ملاقات

کالم میٹھا سچ 927 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 9 اگست 2024ء

1994 میں ڈاکٹر یونس ڈھاکہ سے کراچی آئے اپنے استاد اور نگی پائلٹ پراجیکٹ (OPP) کے بانی اور کومیلہ کے سابق ڈپٹی کمشنر جناب اختر حمید خان سے ملنے۔ اس وقت بلوچستان رورل سپورٹ پروگرام BRSP کے چیف ایگزیکٹو قاضی فائز عیسیٰ کے بڑے بھائی قاضی عظمت، گرامین بنک کے ہمارے ایڈوائزر غلام مرتضی، ہمارے رورل فنانس کے مینیجر عارف شاہ اور زرعی ڈویژن کے ہیڈ آف سیکشن راقم انہیں ملنے کراچی گئے۔ جہاں دوسروں کے علاوہ ایڈوائزر حکومت پاکستان برائے دیہی ترقی جناب شعیب سلطان اور NRSP کے ہیڈ نعیم باجوہ بھی موجود تھے بلکہ میڈم نجمہ دانی بھی تشریف رکھتی تھیں جو بعد ازاں اپنے خاوند انیس دانی کے ہمراہ اقوام متحدہ سے ریٹائر ہو کر وہیں کہیں بس گئیں۔

ازاں بعد BRSP کا بھی رورل فنانس ڈویژن زیادہ متحرک ہوا اور ہمارے دیئے گئے چھوٹے قرضہ جات کا حجم لگ بھگ ایک ارب روپے کے قریب ہو گیا بمعہ صفر فیصد ڈیفالٹ کے۔ اور اس کی مثالیں دنیا میں دی جانے لگیں۔

اور پھر 1996 کی دسمبر کے ایک دن ہمیں نظر لگ گئی اور قاضی عظمت عیسی نے جرمنوں سے کئے گئے معاہدے کو توڑ کر ادارے کے زیر استعمال سرکاری پانچ ایکڑ اراضی خرید ڈالی اور کمیشن کے

طور پر کوئٹہ کینٹ میں چالیس لاکھ کا گھر خرید لیا۔ اس گھر کی 'برکت' کے لئے قرآن خوانی میں ادارے کے چیدہ چیدہ افسران کو ڈنر بھی دیا گیا۔ تصویریں ابھی بھی میرے لیپ ٹاپ میں محفوظ ہیں۔

پھر اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ 12 فروری کی ایک یخ رات میں پیرس کنسور شیم کی پاکستان کی انچارج جرمن لیڈی اینا چپکے سے کوئٹہ سرینا میں آئی میرا تیار کردہ وائٹ پیپر زیر بحث لایا گیا مگر نشے میں ہونے کی وجہ سے اس نے جلدی جلدی پاکستان کی فنڈنگ بند کرنے کا سندیسہ دیا اور اپنے کمرے میں چلی گئی جہاں رات دو بجے کی فلائیٹ سے پیرس روانہ ہو گئی۔ میرے برابر بیٹھے سرگودھا کے ایک کھوکھر کی ریکارڈ کردہ گفتگو قاضی عظمت کو دیدی گئی اور ڈنر پر بلائے جانے والے چودہ افسران کو مشاہد حسین کی کزن ڈاکٹر شاہدہ جعفری کے دوسرے خاوند بلوچستان کے چیف سیکریٹری سکندر جمالی نے گھروں سے اٹھالیا۔

لوگ سمجھتے ہیں ہمیں دشمن برباد کرنا چاہتا ہے۔۔۔

## بھلا ڈاکٹر یونس کیوں بنگلہ دیش کے وزیر اعظم بنے؟

کالم میٹھا سچ 928 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور 10 اگست 2024

قاضی آصف لکھتے ہیں کہ بنگلا دیش کے آرمی چیف نے عہدہ سنبھالنے کے ایک مہینے بعد ہی وزیر اعظم سے استعفیٰ لے لیا اور کوٹہ سسٹم والی ملک میں اس گڑبڑ کو دوبارہ شروع کرا کے بہانے سے حسینہ واجد کو ملک سے بھاگنے پر مجبور کر دیا جسے پچھلے مہینے سپریم کورٹ نے طلبہ کے مطالبے پر حل کر دیا تھا۔ یہ کوئی انقلاب نہیں، انحطاط آیا ہے اور یہ عوامی انقلاب نہیں، ہجوم کی گمراہی ہے۔

کافی حد تک درست ہے لیکن آرمی کے پیچھے بھلا کون سی طاقت ہے جس نے بھارت کے ایماء پر منتخب حکومت کا تختہ الٹا؟

بھارت کو بنگلہ دیش کی ترقی ایک عرصے سے ہضم نہیں ہو پا رہی تھی کیوں کہ وہ دن بدن عالمی منڈی میں بھارت کو پریشان کر رہا تھا۔ اور اگر یہ مقابلہ جاری رہتا تو کم از کم گارمنٹس کی منڈی سے بھارت نکل ہی جاتا۔

پھر وہی ہوا جو سی آئی اے، راء اور آئی ایس آئی جیسی ایجنسیاں رقم کے عوض مل کر کھیل کھیلتی ہیں۔ اب بھارت حسینہ کو اپنے ملک سے بھی نکال دے گا اور وہ وہیں چلی جائے گی جہاں سے بھارت کی مدد کی گئی تھی۔

مگر مجھے حیرت اپنے پرانے استاد نوبل پرائز یافتہ ڈاکٹر یونس کے وزیر اعظم بننے کی ہے جو کہ اصل آدمی ہے جس نے بنگلہ دیش کو غربت سے نکالا۔

جی میں بلوچستان رورل سپورٹ پروگرام میں قریباً پانچ سال رہا ہوں اور وہاں ہم نے ڈاکٹر یونس کے دست راست ڈاکٹر مرتضی کی نگرانی میں گرامین بنک بنگلہ دیش کے ماڈل کے تحت ایک ارب روپے کے چھوٹے قرضے دیئے تھے۔ ڈاکٹر یونس کے اسی ماڈل کو 74 ممالک میں نقل کیا گیا اور اسی بنیاد پر ان کو نوبل پرائز بھی ملا۔ انہوں نے 1994 میں کراچی کا دورہ کیا اور میرے سمیت ہمارے ادارے کے پانچ بڑے افسروں سے ملے بھی۔ ہم کمپنی کے سبھی لوگ ان کو اپنا استاد مانتے ہیں۔

مجھے ڈاکٹر یونس کے وزیر اعظم بننے پر اس لئے حیرت ہے کہ بنگلہ دیش کے اصل گرو تو یہی ڈاکٹر یونس ہیں جنہوں نے بنگالیوں کے ایک سے دو وقت کے کھانے کا بندوبست کیا اب وہ کیسے اس فوجی کمان کی تبدیلی کا حصہ بن سکتے ہیں جو بنگالیوں کو دوبارہ غربت میں دھکیلے گا؟

عنوانات

9۔ 929.ایک ادیب کا عنفوان شباب، فیصل آباد / لاہور، 22اگست 1981 / 8اگست 2024

10۔930.رسونے سے پہلے کیا کھائیں؟لاہور، 9اگست

## ایک ادیب کا عنفوان شباب

کالم میٹھا سچ 929 از ڈاکٹر سلطان محمود

فیصل آباد / لاہور، 22جون 1981 / 10اگست 2024ء

آج ایک پرانی ڈائری سامنے آگئی جسے دیکھ کے میں کئی ساعتیں سوچوں میں ڈوبا رہا کہ تینتالیس برس قبل نوجوانی کے عالم میں ایک فیصل آبادی ایسی تحریریں لکھا کرتا تھا تو اسے کیا سوجی کہ نثر، شاعری اور دشت نوردی کرتے کرتے سب چھوڑ چھاڑ کے کیسے سائنسی میدان کی گود میں جا کودا؟ پہلے یہ چار نمونے ملاحظہ کریں پھر میں اپنا سوال ڈالتا ہو:

22جون 1981 کی میری ڈائری کا ایک ورق

1۔ صدف کو گوہر بننے کے لئے اک آزمائش سے گزرنا پڑتا ہے۔ کندن تب بنتا ہے جب سونا خوب جلے۔ اور حنا بھی تبھی رنگ لاتی ہے اگر پتھر پر رگڑ کھائے۔ یہ آزمائشیں ہیں اور ان میں کامران رہنے والے یقیناً اک بے بہا قیمتی سرمائے کے مالک بن جاتے ہیں۔ جان من میں جو جدائی اور تنہائی کی آگ میں جل رہا ہوں اسے میں خوشی خوشی اس لئے سہہ رہا ہوں کہ عنقریب میں متاع عشق سے مالا مال، عشق کو دوام بخشتے ہوئے منزل عشق کو سرخروئی سے پالوں گا۔

---

2۔ میں لفظ کہاں سے لاؤں کیونکہ میرے جذبات تو لفظوں کی حدود سے زیادہ ہیں۔ کہیں خوبصورت الفاظ پرونے سے جذبات کی قدر بھی بڑھی ہے؟ ہر گز نہیں۔ کیونکہ جذبات بذات خود خوبصورت ہوتے ہیں۔ انہیں اپنے اظہار کے لئے مرصع و رنگیں الفاظ کے سہارے کی اتنی ضرورت نہیں جتنی اس لمحے کی ہے جس میں ان کا اظہار ہوتا ہے۔ تب بن کہے کہانی سنی جاسکتی ہے۔ اور بن چھوئے شدت کا احساس ہو جاتا ہے اور بن دیکھے سب کچھ دیکھ لیا جاتا ہے۔
اس لئے خدارا الفاظ کا سہارا ڈھونڈنے کی بجائے اس حسین لمحے کو مت کھونا جو سہارا ہے احساس کا، جذبات کا۔
لمحے بڑے قیمتی ہوتے ہیں مگر ہم ان گنت لمحے برباد کر دیتے ہیں اور پھر جلد ہی ضائع شدہ لمحے لوٹ آتے ہیں ہمیں برباد کرنے کے لئے۔

---

3۔ یادیں سپنے ہوتیں تو صرف رات کا سہارا لیتیں۔ یادیں اگر سایا ہوتیں تو صرف اجالے میں ساتھ رہتیں۔ یادیں اگر فریاد ہوتیں تو صرف سسکتے لمحوں کا کفارہ بنتیں۔
یادیں تو اٹوٹ انگ ہیں جیون کا اور ساتھی ہیں ہر ہنستے روتے لمحے کا۔

---

4۔ جب ساون میں گھٹائیں اٹھتی ہیں تو دل بے چین ہو جاتا ہے۔ جب بادل آپس میں ٹکراتے ہیں تب بھی دل میں میٹھا سا درد ہونے لگ جاتا ہے۔ اور جب چھم چھم بوندیں گرتی ہیں تو آنکھیں بھی ناچ اٹھتی ہیں۔ اور مسرت میں ڈوبا دل چاہتا ہے کہ سارے منظر کا حسن اپنے نہاں خانوں میں محفوظ کر لے۔
لیکن بارش کے بعد یہ حبس نجانے کیوں ہو جاتا ہے؟

اب میں آتا ہوں اپنے سوال کی جانب۔ کیا میں نے سوشل سائنسز سے خالص سائنسز کی جانب کود کر درست فیصلہ کیا؟ بہر حال اس کا جواب اتنا آسان نہیں مگر یہ ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ میں نے پہلے دن سے ہی دل کی نہیں سنی صرف دماغ کی مانی۔ یا پھر ادھوری محبت کے دکھ میں نے دل کے جال میں پھنسنا گوارا نہیں کیا۔ سوال میں آج کر رہا مگر اس کا جواب استاد محترم حضرت علامہ اقبال بہت پہلے دے کر چل بسے تھے:

اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبان عقل۔۔۔
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے۔۔۔!!

## سونے سے قبل کیا کھائیں

کالم میٹھا سچ 930 از ڈاکٹر سلطان محمود

لاہور، 10 اگست 2024

ایک دوست پوچھتے ہیں کہ السلام علیکم ڈاکٹر صاحب راہنمائی فرمائیں کون سا پھل رات کو کھایا جاسکتا ہے؟

پہلے تو سوال سن کر مجھے بڑی کوفت ہوئی کہ ہماری قوم کو کھانے، سونے اور رومانٹک معاملات ہی بھلا کیوں الجھے بیٹھے ہیں اور لوگ یہ کیوں نہیں پوچھتے کہ میں کیسے ٹی وی دیکھنا کم کر سکتا ہوں یا موبائل کا استعمال کیسے محدود کیا جاسکتا ہے وغیرہ۔ میں ابھی لکھنے ہی والا تھا کہ صبر کا پھل کھائیں یا کھسماں نوں کھائیں اور بغیر کچھ مزید ڈپھے سو جائیں مگر خیر بحیثیت پروفیشنل میں نے سنجیدگی اختیار کی اور فوراً یہ جواب عنایت فرمادیا کہ بہتر ہے کھانا آج کل رات آٹھ بجے کھا کر رات گیارہ بجے تک سویا جائیں لیکن رات سونے سے قبل نیم گرم خالص ایک گلاس دودھ لیا جاسکتا ہے۔ اگر ضرور ہی چٹورپنے کا مظاہرہ کرنا ہو تو کم میٹھا کوئی سا پھل بھی لیا جاسکتا ہے جس میں فائبر بھی ہو۔

ابھی میں اپنی علمی قابلیت پر فخر کرنے ہی والا تھا کہ ایک بزرگ دوست نے شوں کر کے اپنی انٹری ڈالی اور مجھے دانت پیسنے ہر مجبور کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ انگور، آم اور انناس لئے جاسکتے ہیں۔ میں نے دستی دستی بزرگ دوست سے پوچھا کیا آپ نے سبھی پھل زائد الضرورت گلوکوز، فرکٹوز اور پیچیدہ چینی والے ہی بتائے ہیں بلکہ بغیر فائبر والے تو اس میں کونسی کیمسٹری جھونکی ہے؟ اور ویسے رات سونے سے قبل پھل کھانے کی ضرورت کیا ہے ماسوائے چٹورپنے کے؟ مزید یہ بھی بتانے پر مجبور ہو گیا کہ صبح کاذب کو جاگ بھی جائیں۔ گھنٹہ دو گھنٹے کچھ نہ کھائیں اور فجر تک قدرت کی عطا کردہ

اس گلوکوز سے لطف اندوز ہوں جو ہمارے چہرے پر پڑنے والی سورج کی طلوع ہوتی شعائیں اور جواب میں پچوٹری ہارمون کے جگر پر اثرات سے ہمارے خون میں شامل ہو جاتی ہے۔ پھر نماز کے بعد پھلوں کا شوق بھی پورا کر لیں۔

شہری علاقوں میں بسنے والے یا دیر سے جاگنے والے بد نصیبوں کے حصے میں یہ والی گلوکوز نہیں آتی اور وہ جگر میں چینی کا ذخیرہ کرتے کرتے نان الکوحلک فیٹی لیور کا شکار ہو جاتے ہیں۔

.000مگس، بھینس اور پاکستانی

.000"نصابی کتب میں دروغ گوئی"

000۔"دبئی میں اٹھائیسویں ماحولیاتی کانفرنس"، دبئی، 00دسمبر

". 000کاپ28میں شرکت 1, "لاہور، 16جنوری

". 000کاپ28میں شرکت 2"

". 000کاپ28میں شرکت 3"

". 0کاپ28میں شرکت 4, "لاہور، 16جنوری

0۔"کاپ28میں شرکت 5, "لاہور، 16جنوری

". 0کاپ28میں شرکت 6, "لاہور، 16جنوری

....----------

..

ذاتیات، غذائیات، حیوانیات، ماحولیات، سیاسیات، مزاحیات اور ادبیات پر مبنی ایک بے مثال فکری مسافت

# فکرِ سلطان

ڈاکٹر سلطان محمود

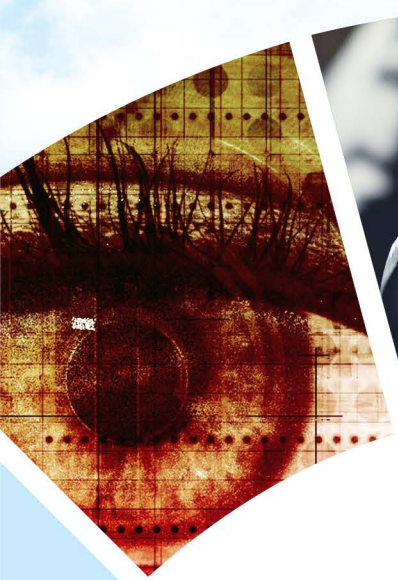

8

سیریز ہشتم: طنز و مزاح

# فکرِسلطان

ECOCARE Consultancy Services (Pvt) Ltd.

ECAP

SOCIETY OF ANIMAL SCIENCES

PAFP — PAKISTAN ACADEMY OF FAMILY PHYSICIANS

## ڈاکٹر سلطان محمود

مفکر، محقق اور نقاد

"فکرِ سلطان" کی تمام سیریز آفیشل ویب پر موجود ہیں

ڈاکٹر سلطان محمود نے سائنسی انداز میں تحریکی کارکن بن کر غذائی تحفظ کی عالمی خود مختار تحریک کو مقامی رہنما کے طور پر پاکستان میں ایک غیر معمولی موڑ دیا ہے جس کے نتیجے میں ان کے افکار اور عملی جدوجہد نے 'فکر سلطان' جیسی ایک طاقتور دستاویزی سیریز جنم دی ہے۔ اس میں وہ اپنی آدھی صدی کی شبانہ روز کوشش کو شاندار کہانی کے طور پر بیان کرتے ہوئے اہم معلومات سے بھری وہ تاریخ بھی بیان کر رہے ہیں جو ملک عزیز کے غیر مستحکم حالات کے باوجود مقامی اور نچلی سطح کے مسائل کو قومی اور عالمی سطح پر کچھ اس انداز سے اٹھا لے جاتے ہیں کہ جہاں وہ حیاتیاتی تنوع یا بایوڈائیورسٹی کی ہیئت تبدیل کئے بغیر کارپوریٹ تسلط کے ساتھ جنگ کرتے نظر آتے ہیں۔ یہاں یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ڈویلپمنٹ مافیا کے خلاف کس طرح نچلی سطح کی لڑائی کو اٹھا کر قومی اور عالمی سطح پر لے جایا جاتا ہے۔ ان کی یہ سوچ بھی قابل داد ہے کہ دنیا بھر میں مقامی سطح کی کمیونٹی ہمیشہ مقدس اور خود مختار ہونی چاہئے تاکہ وہ اپنے علم اور حقوق کو حاصل کر کے مستقبل کی دنیا کی حقیقی کہانی کا نقشہ ترتیب دے سکے۔

ISBN
9 789697 431625

## ذاتیات، غذائیات، حیوانیات، ماحولیات، سیاسیات، مزاحیات اور ادبیات پر مبنی ایک بے مثال فکری مسافت

ڈاکٹر سلطان محمود، مینیجنگ ڈائریکٹر، ایکوکیئر کنسلٹنسی سروسز، لاہور۔ بانی انوائرنمنٹ کنسلٹنٹس ایسوسی ایشن پاکستان؛ سوسائٹی آف اینیمل سائنسز اور ایگزیکٹو پاکستان اکیڈیمی آف فیملی فزیشنز

Mobile | +92 321 4302528 | Ecocare | www.ecocare.pk | ECAP | www.ecap.pk | PAFP | www.pafp.com.pk